

ماہِ رمضان میں مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: «آمِينَ، آمِينَ، آمِينَ» قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ حِينَ صَعِدْتَ الْمِنْبَرَ قُلْتَ: آمِينَ آمِينَ آمِينَ، قَالَ: «إِنَّ جَبْرِيلَ اتَّانِي فَقَالَ مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَابْعُدْهُ اللَّهُ قُلْ آمِينَ فَقُلْتُ: آمِينَ.....»

[ابن حبان: ۸۹۵]

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور کہا: آمین آمین آمین۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے کہا آمین آمین آمین، (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینا آیا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کروا سکا تو وہ آگ میں داخل ہوا پس اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیے! تو میں نے آمین کہہ دیا۔“

رضائے الہی کے لیے محبت کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِيَّ جَلَالِي؟ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي» [مسلم: ۲۵۶۶]

”روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے میری جلالت شان کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کی۔ آج میں ان کو اپنا سایہ عطا کروں گا جب کہ آج میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔“

اس حدیث میں رضائے الہی کی خاطر باہم محبت کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اپنے نام لیواؤں اور پیروکاروں کو لوجہ اللہ باہم محبت کی بہت تاکید کی ہے اور انھیں موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ ایک اور حدیث سنئے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے:

«قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: الْمُتَحَابُّونَ فِيَّ جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يُغِيْطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ» [ترمذی: ۲۳۹۰]

”اللہ عزوجل کا فرمان ہے، وہ لوگ جنہوں نے میری جلالت شان کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کی ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔“

انسان میں محبت کے ساتھ ساتھ غصے اور غضب کا عنصر بھی موجود ہے، اسلام نے اُسے بھی صحیح نہج پر استعمال کیا ہے، اُس کے درست اظہار پر ایمان کی سند دی ہے، چنانچہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَابْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ» [ابوداؤد: ۴۶۸۱]

”جو شخص اللہ کے لیے محبت اور دشمنی رکھے اور دے تو بھی اللہ کے لیے اور نہ دے تو بھی اللہ کے لیے ایسے شخص نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔“

اسی طرح اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَابْغَضُ فِي اللّٰهِ اَفْضَلُ عَمَلٍ ہے۔ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَابْغَضُ فِي اللّٰهِ» [ابوداؤد: ۴۵۹۹]

”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی کے ساتھ محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی کے ساتھ دشمنی رکھنا افضل عمل ہے۔“

اسی طرح جو شخص اللہ کے لیے کسی کے ساتھ محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ حضرت

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ»

”میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو صرف میری خوشنودی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے

لیے آپس میں مل کر بیٹھتے ہیں اور میری خوشنودی کے لیے ایک دوسرے سے ملتے ملا تے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ

کرتے ہیں۔“ [مشکوۃ المصابیح للالبانی: ۵۰۱۱]

فہرست

1	(انتخاب: عبدالرحمن بلتستانی)	ماہِ رمضان میں مغفرت.....	جواہرِ یارے
2	(عبدالرحمن بلتستانی)	رضائے الہی کے لیے محبت رکھنے کی فضیلت	کلمۂ طیبہ
5	(حافظ احمد شاکر)	باقی اللہ جانے	اداریہ
7	(حافظ محمد صاحب گوندلوی)	حقوق اللہ	درسِ قرآن
10	(فاروق احمد حسینی)	روزہ اور اس کے آداب و شرائط	ارکانِ اسلام
13	(عبدالرشید عراقی)	روزہ کے مقاصد	ارکانِ اسلام
15	(مولانا عبدالرؤف رحمانی)	احادیث سے صحابہ کرام کا استدلال (۷)	حجیتِ حدیث
20	(محمد خبیب احمد)	زیادۃ الثقلہ..... (۳)	تحقیق و تنقید
27	(محمد اسحاق بھٹی)	زیارتِ حریمین اور سفرِ کویت (۱)	سفرِ نامہ
33		کارروائی اجلاس مجلس عاملہ ”دارالدعوة السلفیہ“	کارروائی

دعا کی قبولیت

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [الحج: ۴۵]

”اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں کہہ دو میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے بلائے تو وہ میری بات بھی قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں۔“

صفات فاضلہ کا صلہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا آج تم میں روزہ دار کون ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا تم میں سے آج جنازہ کے ساتھ کون گیا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گیا۔ پھر آپ نے پوچھا آج تم میں سے مسکین کو کھانا کسی نے کھلایا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کھلایا۔ پھر آپ نے پوچھا آج تم میں سے بیمار کی بیمار پرسی کس نے کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما اجتمعن فی امرہ الا دخل الجنة - [مسلم: ۸۷/۱۰۲۸]

”جس شخص میں بھی یہ صفات اکٹھی موجود ہوں وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“

عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ رَبَّكُمْ خَيْرٌ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مَنْ عِبْدَهُ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يُرْدُّهُمَا صِفْرًا أَوْ خَالِيًا - [ابوداؤد: ۱۴۸۸ قال الالبانی صحیح قطعاً]

”تمہارا رب حیا والا عزت والا ہے جب اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو انھیں خالی واپس کرنے سے شرماتا ہے۔“

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو معلوم ہو کہ میں گناہ معاف کرنے کی طاقت رکھتا ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتا مگر شرط یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

باقی اللہ جانے

حافظ احمد شاکر

اداریہ

پاکستان کی سیاسی سٹاک ایچینج کا بھاؤ تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ سیاسی سرمایہ کاری کی افزودگی کے لیے یہی ہر روز، روزِ عید اور ہر شب، شبِ برات والے سہانے دن ہیں کہ سیاسی ورکروں کے بھاؤ تاؤ کے یہ دن عرصہ بعد آئے ہیں جس کا پہلا اصول یہ ہوتا ہے کہ ”کل کس نے دیکھا ہے۔“ لہذا نو نقد اور تیرہ ادھار کا کلیہ ہی کارآمد ہوتا ہے پھر یہ بھی کیا پتا کہ وعدہ بھی وفا ہوگا یا نہیں کہ ”وعدہ کون سا قرآن وحدیث ہوتا ہے۔“

صدارتی انتخاب کا میدان سچ چکا ہے، تاریخ مقرر ہو چکی ہے رقیب مزے لے رہا کہ اب اس کے کوپے میں کل کے حلیف بھی سر کے بل آرہے ہیں اور حریف بھی۔ قاتل لیگ کہنے والے بھی کوچہ ملامت کو کوچہ جاناں جان کر طواف کر رہے ہیں اور بے مروت اور بے وفا کہنے والوں نے انہی کے ڈربوں کے سامنے اسیر پرندے پھانسنے کے لیے دانہ بکھیر کر جال اور ٹوکرا لگا رکھا ہے۔ دیکھئے اب نسلوں کے اتحاد و یگانگت کے دعوؤں اور وعدوں کے باعث کتنے دن مزید فائر بندی رہتی ہے مگر نہ حسب روایت ۷ ستمبر کے بعد تو پھر سیاسی مورچوں اور توپ خانوں سے الزامات و اتہامات کے شعلے اگلنے شروع ہو ہی جائیں گے۔ کاش کہ ان سیاسی لیڈروں تک کوئی مرد صالح اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا دے کہ واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة۔ [الانفال]

کچھ پہلو اور نکات ایسے ہیں جن پر کارزار سیاست کے تمام کھلاڑیوں کی خاموشی نیم رضا مندی یا ”اتفاق واتحاد“ محسوس ہوتا ہے۔

①..... دنیا بھر میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً مہنگائی کی جولہ رانچی ہے وہ ہمارے خیال میں امریکی وار چارجز..... یعنی امریکا کا جنگی تاوان..... ہے۔ سوڈان، عراق اور افغانستان میں اُس کی جاری کردہ دہشت گردی میں اس کو جس مسلسل شکست اور ہزیمت کا سامنا ہے اور اس پر جو اربوں بلکہ کھربوں ڈالر اس کے صرف ہو رہے ہیں وہ اس نے اپنی جیب سے تھوڑے خرچ کرنے ہیں؟ وہ تو اس نے اپنے باجگزاروں سے ہی وصول کرنے ہیں۔ لیکن ہمارا کوئی صدارتی امیدوار اور کوئی سیاسی جماعت اس جنگی تاوان کی ادائیگی سے براءت کی جرأت کا اعلان نہیں کر سکی۔ ق لیگ یا اس کے امیدوار سے تو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ تو ہے ہی باقیات سینات! رہی پاکستان پیپلز پارٹی تو اب تک ظاہر ہونے والے آثار و اعلانات کے مطابق، یہ ق لیگ ہی کی سیاسی ہم زلف ہے۔ ہاں میاں نواز شریف صاحب سے کچھ توقع تھی لیکن ان کا شاید کبھی ادھر دھیان ہی نہیں گیا اگر نہیں گیا تو کیوں؟ غفلت، مصلحت، یا خوف! ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا۔

②..... ان کے صدارتی امیدوار کی تفصیلات اور ان کے بارے میں شائع شدہ معلومات کے مطابق اندازہ تو یہی ہوا کہ اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں۔ صدارتی امیدوار کی نامزدگی سے پہلے بھی ہمارے علم میں میاں صاحب کا کبھی کوئی ایسا بیان نہیں آیا جس میں اس طرح کی کسی بات کا بھی تذکرہ ہو۔

③..... ایک سینہ گزٹ تو یہ بھی ہے کہ لوڈ شیڈنگ بھی سابقہ حکم رانوں کی آقا کی خدمت گزاری ہی کا ”صدقہ“ ہے کہ میزبان کے ایثار ہی سے ”مہمان“ کو سہولت دی جاتی ہے۔ لیکن اس پر وطن عزیز کے تمام لیڈر شاید ”وسیع تر قومی مفاد“ کے پیش نظر اب تک خاموش ہیں، نہ جانے کیوں؟

④..... اخبارات کی بعض خبروں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ہر حکومت کی طرح یہ حکومت بھی اپنے بعض پسندیدہ افراد کو بھاری معاوضوں پر عہدہ مشاورت عطا کر رہی ہے۔ (اللہ کرے کہ ایسا نہ ہو) حکومت سے درخواست ہے کہ وہ اس کی بجائے (۱) مدت ملازمت پوری کرنے والے حضرات کی ملازمت میں توسیع نہ کرے، (۲) ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں اعلیٰ تعلیم یافتہ بے روزگار نسل کے لیے نئی دیکش ملازمتوں کے مواقع پیدا کرے۔

⑤..... حکمران اتحاد..... جو کبھی تھا..... نے مشترکہ طور پر تو امریکا سے گلو خلاصی کا ذکر کیا کرنا تھا میاں نواز شریف نے اتحاد سے علاحدگی کے بعد

بھی اس طرح کے کسی عزم و ارادے کا اظہار نہیں کیا۔

⑥..... ایسے ہی بے چارہ نظریہ پاکستان..... جس کا ذکر سیاست دان کبھی کبھار حسب ضرورت کر لیتے ہیں..... جسے بعض لوگوں کی جذباتیت عین اسلام کہتی اور بیان کرتی ہے۔ اس کا ذکر اب عہد ”روشن خیالی“ کے بعد کسی سیاست دان کے مونہہ سے کبھی بھولے سے بھی نہیں سنا جس سے ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ کیا میاں برادران بھی وطن کو اسلامی جمہوریہ کی بجائے صرف جمہوری پاکستان بنانا چاہتے ہیں؟

⑦..... اسلام کا نفاذ، اقامت دین، نظام مصطفیٰ ایسی سب اصطلاحیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ”فرسودہ“ ہو گئی ہیں، یا سیاست دان بھول ہی گئے ہیں اب ان میں سے کسی کے انتخابی منشور میں ججوں کی بحالی کی ترجیح ہے اور کسی کے نزدیک دہشت گردی کا اختتام ہی قیام پاکستان کا مقصد ہے۔ کسی نے عوام کو مہنگائی سے نجات دلانے کا سبز باغ دکھا رکھا ہے اور کوئی بھٹو کے افکار کا بزم خود وارث بنا بیٹھا ہے۔ جب کہ اصل میں وہ بی بی کی وفات کیش کر کر اس کی سیاست کے ثمرات سمیٹنا چاہتا ہے۔

حاصل کلام جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ

کسی سیاسی جماعت اور لیڈر کا قومی منشور تو نظر نہیں آیا ہاں البتہ منشور کے نام سے ان کے مفادات ذاتی ہیں یا جماعتی یا پھر صوبہ جاتی! قوم کو میاں صاحبان سے اب تک کچھ خوش گمانیاں ہیں جو شاید اس لیے بھی کہ ابھی تک لیڈر ان کے محمل میں نہیں آئی۔ دوسرا حسن ظن یہ ہے کہ شاید آٹھ سالہ جلا وطنی سے انہوں نے کچھ سیکھ لیا ہو اور تیسرا کہ اب تک ان کے بیانات اور ظاہر ہونے والے خیالات تقریباً قومی سوچ کے حامل ہی محسوس ہوتے ہیں باقی اللہ جانے!

ارحموا من فی الارض ...

غیروں کی سوچ پر عمل کرنے اور اغیار کا ایجنڈا پورا کرنے والے حکمرانوں سے ہم کیا خوش امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ پے در پے اعلانات یہ کریں کہ ہم عوام کو رمضان المبارک میں ریلیف یعنی سہولتیں مہیا کریں گے۔ لیکن آٹا بازار سے غائب ہو جائے، یوٹیلیٹی سٹوریوں پر نام نہاد رعایت کے اعلانات زور شور سے کیے جائیں لیکن ضرورت مندوں اور خریداروں کی اکثریت کو ذلت آمیز انتظار کے بعد شام کو خالی ہاتھ لوٹ کر پھر بازار سے بازار ہی کے زرخوں پر خریداری کرنے پر مجبور ہو، پھر یہی نہیں بلکہ حکومت کی خالص اپنی پراڈکٹ..... جو اگر چہ ٹھیکے پر دیدی ہو..... بجلی میں 42 فیصد مہنگائی کا اعلان جناب وزیر اعظم اس وضاحت کے ساتھ کریں کہ یہ اضافہ آئی۔ ایم۔ ایف کے حکم پر کیا جا رہا ہے وہ حکومت کیا ہے اور حکم ران کیا ہیں؟

پٹرول دنیا میں سستا ہو رہا ہے لیکن یہاں اس کی قیمتوں کا گراف اوپر ہی جا رہا ہے۔ موسم سرما آ رہا ہے اب گیس بم بھی آنے والا ہے۔ جس ملک میں ایندھن یعنی بجلی، تیل اور گیس کی قیمتیں بڑھنے کی رفتار ایٹمی برق رفتاری سے بڑھ رہی ہوں اس ملک میں صنعت کا پیہہ خاک چلے گا، زمین پہلے سونا..... مہنگی بجلی، تیل، کھاد وغیرہ..... کھائے گی پھر کہیں جا کر اگلے گی، جب عوام میں قوت خرید ہی نہ رہے یعنی وہ سرکاری واجبات..... بل بجلی وغیرہ..... ادا کریں یا آٹا، گھی، چینی خریدیں وہاں تجارت کیا رہ جائے گی؟ پہلے بھی کئی دفعہ یہ طوطی نقار خانے میں آواز لگا چکی ہے کہ وزیروں، مشیروں اور افسران بالا کی اضافی سہولتیں..... بجلی، تیل، ٹیلی فون، یوٹیلیٹی بلز..... ہی ختم کر دی جائیں اور ان کو صرف تنخواہ تک محدود کر دیا جائے تو یقیناً فرمائیں دنوں میں مہنگائی نیچے آنی شروع ہو جائے گی اور معیشت کا گراف اوپر جانا شروع ہو جائے گا۔ جن ملکوں کی ہم فکری اور ”عملی“ پیروی کرتے ہیں کوئی حکم ران یا سیاست دان اگر انہی ملکوں کے حکومتی ملازمین کی تنخواہوں اور قواعد کو اس ملک میں رائج کر دے تو پھر بھی معیشت کا پیہہ صحیح راستے پر چل نکلے گا۔ ان ممالک کے حکم ران اپنے ذاتی مفاد پر ہمیشہ قومی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ ہمارے ہاں سیاست میں اوّل بھی ذات ہے اور آخر بھی ذات۔

خدا را ان سفید ہاتھیوں یعنی وزیروں، مشیروں اور افسران سے مراعات واپس لے کر ۱۴ گرڈ تک کے ملازمین کی تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ کریں تاکہ اس فاقہ کش طبقے کے دل سے آپ کے لیے دعائیں نکلیں کہ نبی رحمت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

سید القوم خادمہم اور یہ بھی فرمایا کہ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

حقوق اللہ

حضرت العلامة حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ

دوسرا نام غرض و غایت ہے اور مقاصد کو پورا کرنے کے لیے جو ذرائع اختیار کیے جائیں، انھیں وسائل کہتے ہیں۔

گویا وسائل مقصد کے خادم ہیں۔ جیسے ایک زمیندار کا مقصد روٹی کا حصول ہے تو اسے اس مقصد کے لیے چند ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ زمین جوتنا، ہل چلانا، بیلوں کی پرورش کرنا، کاشتکاری کرنا، یہ تمام روٹی کے حصول کی خاطر ذرائع ہیں۔ اسی طرح صنعت و حرفت کے تمام کاروبار ایک مقصد کے لیے ذرائع ہیں۔ اس سے بڑھ کر جب ہم اس کائنات پر نظر ڈالتے ہیں اور قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام کائنات انسانی زندگی کے لیے وسائل کی حیثیت سے ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾

”اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کی ہر شے تمہارے لیے

پیدا کی ہے۔“ [البقرة: ۲۹]

زمین کی مخلوق ہی انسان کی خادم نہیں، بلکہ آسمان، سورج، چاند، سیارے تمام اسی کی خدمت میں مصروف کار ہیں۔ سعدی رحمہ اللہ نے اپنے کلام میں اس مضمون کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

ابر و باد و مه و خورشيد و فلک در کار آمد
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہری
”کہ بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان تمام کام میں لگے ہوئے ہیں، تاکہ تو روٹی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے۔ یہ تمام تیری خاطر خادم اور فرماں بردار ہیں اگر تو

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فَعُورًا﴾ [النساء: ۳۶]

”اور اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، ہمسایہ، قریب و بعید، ساتھی، مسافر، غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ احسان کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ متکبر و فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔“

مذکورہ آیت کریمہ میں تین باتوں کا ذکر ہے:

①..... حقوق اللہ، ②..... حقوق العباد

③..... وہ صفت جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کو پیارا نہیں سمجھتے۔

ان باتوں میں سے ہم صرف حقوق اللہ کے متعلق کچھ بیان کریں

گے۔ حقوق عبادات میں سے ایک عبادت ہے۔ اسلام میں عبادت کو اساس کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے مسئلہ عبادت کے ہر گوشے کو سمجھنا ہر فرد اسلام پر ضروری ہے۔ مسئلہ چوں کہ پیچیدہ ہے، اس لیے ہم اس کے ہر گوشے پر قدرے روشنی ڈالتے جائیں گے۔ نفس مسئلہ کی حقیقت پر بحث کرنے سے پہلے ایک مقدمے کا سمجھنا ضروری ہے۔

(مقدمہ) مقاصد اور وسائل کا فرق:

مقاصد کا مطلب یہ ہے کہ جن کی خاطر کوئی فعل سرزد ہو اس کا

اب مالک کی فرماں برداری نہ کرے تو انصاف نہیں۔“

چوں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اس لیے باقی تمام کائنات اُس کی بقا کی خاطر بنائی گئی ہے۔ گویا یہ تمام جہان وسائل میں سے ہے۔ وسائل کی دو قسمیں ہیں:

①..... انفرادی، ②..... اجتماعی

انفرادی وسائل کی بحث ہم ابتدا میں کر چکے ہیں۔ کاشتکاری کرنا، دوکان داری وغیرہ، روزمرہ کے کاروبار جو ہر انسان اپنی معیشت کے لیے کرتا ہے۔

اجتماعی وسائل جیسے حکومت ہے۔ نیز جماعتی کام، یہ وسائل اجتماعیہ کہلاتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں بعض لوگ حکومت الہیہ کو مقصد زندگی کہتے ہیں۔ قرآن مجید اس نظریہ کی پر زور تردید کرتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۝﴾

[الذاریات: ۵۶، ۵۷]

”میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، میرا ارادہ ان سے نہ تو حصولِ رزق کا ہے، نہ کھانے کا ہے۔“

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ مقصد زندگی عبادت ہے۔ حکومت الہیہ کو مقصد زندگی کہنا ایک بنیادی غلطی ہے۔ کیوں کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ حکومت اجتماعی وسائل زندگی میں سے ہے۔ اسی طرح فلاسفہ بھی اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں۔ انھوں نے عبادت کو حکومت کا خادم بنایا ہے۔

فلاسفہ کے نزدیک حکومت کی حقیقت:

فلسفی کہتے ہیں، جب ایک شخص اپنی معاشی حالت کو درست رکھنے کے لیے کپڑے کا کاروبار شروع کرتا ہے، اسے اپنا کاروبار وسیع پیمانے پر چلانا چاہیے۔ اسی طرح دوسرا لوہے کا کاروبار کرتا ہے، تو اُسے لوہے کی دکان، کارخانہ وغیرہ چلانا چاہیے۔ تاکہ معاشرہ میں

دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

الغرض یہ کاروباری سلسلہ ایک زنجیر کی طرح ہوگا جب لوگوں کا آپس میں لین دین ہوتا ہے تو معاشرہ میں بے اعتدالیاں رونما ہوتی ہیں، ان بے اعتدالیوں کو درست کرنے کے لیے حکومت کی تشکیل کی جاتی ہے۔ حکومت کے لیے آئین کی ضرورت ہے۔ وہ آئین اللہ کی طرف سے ہوگا۔ یہاں تک تو ان کی بات ایک حد تک درست ہے مگر آگے وہ غلطی کرتے ہیں۔ سنیے! وہ کہتے ہیں کہ اُس اللہ کا تصور قائم رکھنے کے لیے عبادت ہے۔ یہاں یہ بات غلط ہے۔ کیوں کہ اس معنی سے تو عبادت حکومت کی خادم ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں عبادت روٹی کی خادم ہوگی۔ (العیاذ باللہ)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رد المطفیین میں تردید کی ہے۔ اسی طرح حکومت الہیہ کو مقصد قرار دینے والوں نے بھی غلطی کی ہے۔ دراصل یہ ایک غیر اسلامی نظریہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں رونما ہوا ہے، جسے اکثر لوگ پہچان نہیں سکے اور زہر کو قند سمجھ بیٹھے ہیں۔ مقصد نفوت کر چکے ہیں اور وسائل کو مقصد قرار دے دیا ہے۔ ہمارا یہ مقصد نہیں کہ حکومت الہیہ کے لیے کوشش نہیں کرنی چاہیے یا حکومت الہیہ کا قیام نہ ہو، بلکہ اصلاح کی خاطر یہ چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

دلیل نمبر ①: انبیاء کی دعوت کا مقصد عبادت تھا، حکومت الہیہ نہیں تھا۔ کیوں کہ اگر حکومت الہیہ مانا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام اپنے مقصد میں ناکام گئے، بلکہ سرے سے اُن کی دعوت ہی غلط تھی۔ کیوں کہ اُن کی عبادت تو لا معبود الا اللہ تھی لا حاکم الا اللہ نہیں تھی۔

دلیل نمبر ②: سورہ یوسف میں ہے:

﴿كَذٰلِكَ يَكْذِبُ لِيُؤْثِفَ مَا كَانُ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي

وَيْنِ الْمَلِكِ﴾ [یوسف: ۷۶]

”کہ اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو تدبیر سمجھائی (پیالہ کا غلہ میں چھپانا اور بھائیوں سے چوری کا فیصلہ کروانا) وہ اپنے

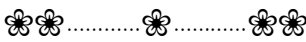
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حکومت الہیہ کا درجہ اسلام میں کیا ہے؟ تو اس کا جواب قرآن مجید سے سنئے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ طِيعُوا اللَّهَ وَطِيعُوا النَّبِيَّ لَا يُشْرِكُونَ بِهِ شَيْئًا﴾ [النور: ۵۵]

”جوگ لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اُن سے اللہ نے خلافت کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلافت دی اور اپنے پسندیدہ دین کو ان کے لیے رائج کرے گا اور خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے کسی شے کو میرے ساتھ شریک نہیں بنائیں گے۔“

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ حکومت قیام امن کے لیے ہے۔ امن کی حالت میں مومنوں کا نصب العین عبادت ہے اور شرک کی بیخ کنی کرنا ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کے لیے حضرت حافظ صاحب کی کتاب تنقید المسائل کا مطالعہ کیجیے۔



طالب علم کا اعزاز

پنجاب یونیورسٹی نیو کمپس لاہور کے طالب علم اور راقم کے بیٹے قاری روح الامین نے بفضل اللہ تعالیٰ ایم۔ اے علوم اسلامیہ کے امتحان جون ۲۰۰۸ء میں ۹۱ فیصد نمبر حاصل کر کے یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ نیز بی۔ اے آنرز کمپیوٹر سائنسز میں پہلی، ایم فل کے انٹری ٹیسٹ میں بھی اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ احباب وقارئین الاعضام سے موصوف کی مزید کامیابیوں کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ [عبدالجبار سلفی، حویلی لکھا اوکاڑا]

بھائی کو بادشاہ کے قانون میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے۔“ اس فرمانِ خداوندی سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ اس وقت ایک بیج کی حیثیت سے تھے اور حکومت کا آئین اختراعی تھا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا۔ اس قانون کے مطابق آپ فیصلے کرتے تھے دراصل حالیکہ آپ نبی بھی تھے۔ اگر مقصد دعوتِ حکومت الہیہ ہوتا تو یوسف علیہ السلام پر فرض تھا کہ نہ عہدہ قبول کرتے اور نہ اُس بادشاہ کے ماتحت رہ کر اس کے قانون کے مطابق فیصلے کرتے۔

جن لوگوں نے حکومت الہیہ کو مقصدِ حیات قرار دیا ہے ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کے آئین کی اطاعت ہی عبادت ہے یہ دوسری غلطی ہے۔ دلائل سنئے:

دلیل نمبر ①: اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمان لوگ کافر حکومت کے تحت زندگی بسر کر سکتے ہیں، جیسا کہ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ ان مسلمانوں پر اُس کافر حکومت کے آئین پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی قانونِ اسلامی عقائد و عبادات کے خلاف ہو تو اس پر عمل نہیں کریں گے۔

دلیل نمبر ②: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”قیامت کے نزدیک ایک جماعت کعبہ کو گرانے کے لیے چلے گی۔ بیداء کے مقام پر دھنسا دی جائے گی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اُن میں مسلمان ہوں گے؟ کیا وہ بھی انہی کی جماعت سے ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا پھر وہ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔“

[صحیح بخاری، البیوع: ۲۱۱۸]

مذکورہ دو دلائل سے پتا چلا کہ مسلمان کافر حکومت میں رہ سکتا ہے اور اس کے آئین کی اطاعت کرے گا۔ دوسرا اس میں ملازمت بھی کر سکتا ہے جیسا کہ آج کل ہندوستان میں ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ اگر آئین الہی کی اطاعت عبادت اللہ ہے تو پھر کافر حکومت کے آئین کی اطاعت عبادت غیر اللہ ہوگی۔ کیا امت کا اجماع عبادت غیر اللہ پر ہوا؟ (العیاذ باللہ)

روزہ اور اس کے آداب و شرائط

فاروق احمد حسینی

”صیام“ کا مفہوم:

صاحب منہاج القاصدین کے نزدیک روزے کی تعریف یہ ہے: ”هو الإمساك عن الأكل والشرب والجماع وسائر المفطرات يوماً كاملاً بنية الصيام من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس۔“

”روزہ یہ ہے کہ انسان نیت کے ساتھ فجر صادق سے لے کر غروب شمس تک ہر قسم کے کھانے پینے سے، اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں جنسی تعلقات سے نیز روزہ توڑنے والی دیگر اشیاء سے بھی پرہیز کرے۔“ [مختصر منہاج القاصدین، ص: ۴۴۳]

بھوکے پیاسے اور خواہشات سے دور رہنے کا یہ عمل انتہائی افضل عبادت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بشرطیکہ اسے اللہ کی رضا کے لیے اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق بجالایا جائے۔

روزے کی حقیقت:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ روزے کے بارے میں لکھتے ہیں:

”هو لجام المتقين وجنة المحاربين ورياضة الأبرار والمقربين وهو لرب العالمين من بين سائر الأعمال۔“ [زاد المعاد: ۲/۲۹۹]

”روزہ متقین کے لیے لگام، جنگجوؤں کے لیے ڈھال، صالحین و مقربین کے لیے ریاضت (مشق) ہے اور تمام اعمال صالحہ میں سے واحد عمل ہے جو اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہوتا ہے۔“

روزے کے درجات:

روزے کے مراتب اور درجات تین ہیں:

- ① عام روزہ، ② خاص روزہ، ③ خاص الخاص روزہ۔
- ①..... عام روزہ: عام روزے سے مراد آدمی کا کھانے پینے اور قضائے شہوات سے اجتناب ہے۔
- ②..... خاص روزہ: خاص روزے سے مراد اپنی نظر، زبان، ہاتھ، پاؤں، کان اور دیگر تمام اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے۔
- ③..... خاص الخاص روزہ: خاص الخاص روزے سے مراد کل اعضاء سمیت اپنے دل و دماغ کو پراگندہ خیالات و فطریات اور اللہ تعالیٰ و شریعت مطہرہ سے بے رغبت و روگردانی کرنے والے افکار سے اجتناب ہے۔ [مختصر منہاج القاصدین، ص: ۴۴۳]
- یہی آخری صورت دراصل مطلوب و مقصود ہے۔

فضیلت روزہ:

رمضان المبارک کے صیام کی فضیلت کے بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں:

- ①..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [بخاری، کتاب الصوم، ح: ۱۹۰۱]
- ”جس نے ماہ رمضان میں حالت ایمان میں اور اجر کی امید سے روزہ رکھا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“
- ②..... ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ابن آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ البتہ روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”یہ عمل خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ کیوں کہ روزہ دار میری خاطر اپنی شہوات اور کھانا پینا ترک کرتا ہے۔“ [صحیح مسلم: ۱۹۰۴]

شرائط صحت روزہ:

روزے کے صحیح ہونے کی دو بنیادی شرطیں ہیں:

① اخلاص نیت، ② مفسدات روزہ سے اجتناب

①..... اخلاص نیت: روزہ ایک عبادت ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ کسی بھی عبادت کی مقبولیت کے لیے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ عمل صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» [بخاری: ۱]

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

یاد رہے کہ نیت کا تعلق دل سے ہے۔ کیوں کہ دل کے ارادے اور عزم کو نیت کہا جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ نیت کے لیے ضروری نہیں کہ زبان سے بھی انسان اپنی نیت (ارادے) کو دہرائے بلکہ روزمرہ معاملات میں کوئی شخص بھی آپ کو ایسا دکھائی نہیں دے گا جو اپنے ہر کام سے قبل اس کام کی نیت زبان سے دھراتا ہو۔ بعض لوگوں نے مندرجہ ذیل الفاظ نیت روزہ کے طور پر اختیار کر رکھے ہیں:

”وَبَصُومٍ عَدِثٍ نُؤْتُهُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔“

”میں نے ماہ رمضان میں سے کل کے روزے کی نیت کی۔“

یہ الفاظ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا انھیں حدیث نبوی کے طور پر بیان کرنا، کیلنڈروں وغیرہ میں لکھنا انتہائی غلط بات ہے۔ البتہ روزہ رکھنے سے قبل دل میں اس کی نیت کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَجْمَعْ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ»

”جس شخص نے فجر سے قبل روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی

روزہ نہیں۔“ [ابوداؤد: ۲۴۵۴]

اگر کوئی شخص روزے کی نیت کر کے سو جائے اور سحری کے وقت اٹھ نہ سکے تو جب بیدار ہو تو کچھ کھائے پئے بغیر افطاری تک اپنا روزہ پورا کر لے۔

حالت روزہ میں مباح اور جائز امور:

①..... غسل کرنا: ابوبکر بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ صحابی

رسول بیان کرتے ہیں:

«لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْعَرَجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ

الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعُطَشِ أَوْ مِنَ الْحَرِّ»

”میں نے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ عرج نامی جگہ پر گرمی یا پیاس کی وجہ سے اپنے سر مبارک پر پانی بہا رہے

تھے۔“ [ابوداؤد، رقم: ۲۳۶۵]

②..... مسواک کرنا: حالت روزہ میں مسواک کرنے میں کوئی

مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ

((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي

أَوْ أُعَدُّ)) [بخاری، باب سواك الرطب واليابس للصائم]

”میں نے نبی کریم ﷺ کو حالت روزہ میں اتنی مرتبہ

مسواک کرتے دیکھا کہ اس کو شمار کرنا ممکن نہیں۔“

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تر اور خشک دونوں طرح کی مسواک روزے دار کے لیے کرنا جائز ہیں۔ کسی نے اُن سے کہا کہ تر مسواک میں تو ذائقہ ہوتا ہے تو انھوں نے کہا کہ ذائقہ تو پانی میں بھی ہوتا ہے۔ تم

حالت روزہ میں اس سے کئی کرتے ہو۔ [بخاری، باب اغتسال الصائم]

③..... ہنڈیا کا ذائقہ (نمک یا مرچ) چکھنا: روزہ دار کے لیے

ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

”لَا بَأْسَ أَنْ يَطْعَمَ الْقِدْرَ أَوْ الشُّيْءَ“ [ایضاً]

”اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ہنڈیا یا کسی دوسری چیز سے

کچھ چکھو۔“

④..... سرمہ لگانا: حضرت انس رضی اللہ عنہ، حسن بصری، ابراہیم رضی اللہ عنہ

روزہ میں سرمہ لگانا جائز قرار دیتے تھے۔ [بخاری، باب اغتسال الصائم]

نوٹ: حالت روزہ میں میاں بیوی کا باہمی بوس و کنار کرنا جائز

ہے بشرطیکہ دونوں اپنی شہوات و خواہشات پر کنٹرول رکھ سکتے ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْبَلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ

أَمَلَكْتُكُمْ لِإِزِيهِ» [بخاری، باب المباشرة للصائم]

”اللہ کے رسول ﷺ حالت روزہ میں اپنی بیویوں سے مباشرت اور بوس و کنار کر لیتے تھے لیکن آپ ﷺ تم سب سے بڑھ کر اپنی خواہشات پر کنٹرول رکھنے والے تھے۔“

آداب روزہ:

①..... جھوٹ اور گناہ سے اجتناب: حالت روزہ میں جھوٹ

اور برے کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول عربی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ» [بخاری: ۱۹۰۳]

”جو شخص حالت روزہ میں کذب بیانی اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں۔“

②..... لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ سے پرہیز: روزہ دار کو لڑائی

جھگڑے سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے۔ کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ

«الْصَّيَامُ حُجَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبُ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُءٌ صَائِمٌ»

[بخاری: ۱۹۰۴]

”روزہ (گناہوں سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے لہذا جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ نہ نخش گوئی کرے اور نہ بے ہودہ پن کا مظاہرہ کرے۔ اگر دوسرا شخص روزے دار سے گالی گلوچ کرے یا اُس سے لڑائی کرے تو وہ اسے (جواب دینے کی بجائے) یہ کہے کہ بھائی میں روزے دار ہوں۔“

③..... کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے احتیاط: حضرت

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ:

«أَسْبَغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالَغْ فِي الْأَسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا» [ابوداؤد: ۲۳۶۶]

”میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! وضو کے بارے میں بتائیے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: وضو اچھی طرح کرو، انگلیوں میں خلال کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی ڈالا کرو مگر روزے کی حالت میں احتیاط کرو۔“

آداب افطاری:

①..... کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرنا: حضرت سلیمان بن

عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرّم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَلِأَمْنَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُورٌ» [ترمذی: ۶۵۸]

”روزے دار کو چاہیے کہ کھجور سے روزہ افطار کرے۔ کیوں کہ اس میں برکت ہے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ افطار کرے کیوں کہ وہ پاک ہے۔“

②..... دعا پڑھ کر روزہ افطار کیا جائے: رسول اللہ ﷺ نے

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ دعا سکھائی کہ افطاری کے وقت پڑھی جائے:

«ذَهَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَبَسَّتِ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ» [ابوداؤد: ۲۸۵۸]

”پیاس ختم ہوگئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو جائے گا۔“

③..... افطاری میں جلدی کرنا: حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ» [ابوداؤد: ۲۳۵۷]

”جب تک لوگ افطاری جلدی (یعنی پورے وقت پر) کرتے رہیں گے دین غالب رہے گا۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے تھے۔“



روزہ کے مقاصد

عبدالرشید عراقی

جس کی بنا پر قرآن مجید رمضان میں نازل کیا گیا۔ ہم نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں۔ لیکن ہم پر کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی برکت سے ہم پر پورا قرآن نازل ہوا۔“

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ [البقرة: ۱۸۵]
”یہ رمضان کا مہینا ہے جس میں قرآن کا نزول (شروع) ہوا ہے۔“ [ارکانِ اسلام، ص: ۲۹۵]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) فرماتے ہیں:
”رمضان ہی وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور گرم کردہ راہ انسانیت کو ”صبح صادق“ نصیب ہوئی۔ اس لیے یہ عین مناسب تھا کہ جس طرح طلوع صبح صادق روزہ کے آغاز کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے اس طرح اس مہینا کو بھی جس میں ایک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی صبح ہوئی پورے مہینے کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ اپنی رحمت و برکت اور روحانیت اور نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینا تمام مہینوں سے افضل تھا اور بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ اس کے دنوں کو روزے سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے۔“ [ارکانِ اربعہ، ص: ۲۷۹]

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ ”کسی اور مہینا کی تعیین ہونا ہی تھی تو اس کے لیے اس مہینا سے بہتر کوئی مہینا نہ تھا۔ جس میں قرآن مجید نازل ہوا، ملت مصطفویٰ کی بنیاد زیادہ مستحکم ہوئی۔ مزید برآں کہ شب قدر کا امکان بھی اسی مہینا میں ہے۔“ [حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۳۷]

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں کہ

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ عربی میں اس کو ”صوم“ کہا جاتا ہے۔ اس کے معانی ”رک جانے“ کے ہیں۔ اسلام میں روزہ کا کیا مفہوم ہے؟

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (م ۱۹۵۳ء) فرماتے ہیں کہ ”اسلام کی زبان میں روزہ کا کیا مفہوم ہے؟ وہ درحقیقت نفسانی ہوا و ہوس اور بہیمی خواہشوں سے اپنے آپ کو روکنے اور حرص و ہوا کے ڈمگکا دینے والے موقعوں میں اپنے آپ کو ضابطہ اور ثابت قدم رکھنے کا نام ہے۔“ [سیرۃ النبی: ۲۱۰/۵]

قرآن مجید نے روزہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]
”مسلمانو! تم پر روزہ اسی طرح فرض ہوا جس طرح تم سے پہلی قوموں پر فرض کیا گیا تاکہ تم پر ہیز گار بنو۔“

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ روزہ صرف امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سابقہ تمام شریعتوں کے مجموعہ احکام کا جز رہا ہے۔

رمضان کو روزہ کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے روزے رمضان میں فرض کیے ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں برکتوں اور سعادتوں کا اجتماع بڑی حکمت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں:

”لیکن ہم سب کو سب سے زیادہ اس چیز پر غور کرنا چاہیے

”رمضان وہ مقدس مہینا ہے جس میں قرآن سب سے پہلی بار دنیا میں نازل ہوا اور پیغمبر امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم کی رہنمائی اور انسانوں کی دستگیری کے لیے دستور الہی کا سب سے پہلا صفحہ عنایت کیا گیا۔“ [سیرۃ النبی: ۵/۲۱۸]

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) فرماتے ہیں:

”روزہ صرف تقویٰ کا نام ہے۔ اس بنا پر قرآن مجید کا حقیقی ظرف صرف رمضان اور اس کا حقیقی مخاطب صرف روزہ دار ہی ہو سکتا ہے۔“

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”رمضان ہی وہ مہینا ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور اس میں نہایت واضح اور روشن دلیلیں امتیاز و ہدایت کی موجود ہیں۔“

[ارکان اسلام، ص: ۲۹۶]

روزہ اور قرآن:

روزہ اور قرآن کے درمیان بہت گہرا تعلق اور خصوصی مناسبت ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ رمضان میں تلاوت قرآن کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۳ھ) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”اس مہینہ کو قرآن مجید کے ساتھ خاص مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینہ میں نازل کیا گیا یہ مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے۔ آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس مہینہ کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اس مہینہ میں رحمت باطنی کا حصول پورے سال جمعیت باطنی کے لیے کافی ہوتا ہے اور اس میں انتشار اور ہر پریشان خاطر ہی بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ قابل مبارک باد وہ لوگ، جن سے مہینہ

راضی ہو گیا اور ناکام و بد نصیب ہیں وہ جو اس کو ناراض کر کے خیر و برکت سے محروم ہو گئے۔“ [مکتوبات ربانی: ۸/۱]

روزہ کے مقاصد:

شریعت اسلامیہ نے روزہ کے مقاصد تین فقروں میں بیان کر دیئے ہیں۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

”تاکہ تم پرہیزگار بنو۔“

﴿لِتَكْبِرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰكُمْ﴾ [البقرة: ۲۰۵]

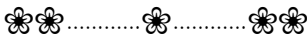
”تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو ہدایت کی ہے اس پر اس کی بڑائی اور عظمت ظاہر کرو۔“

﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [البقرة: ۲۰۵]

”تاکہ اس ہدایت کے ملنے پر تم اللہ کا شکر ادا کرو۔“

روزہ کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ اور دل کی پرہیزگاری اور صفائی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

”شریعت اسلامی نے روزہ کی ہیت اور ظاہری شکل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی حقیقت اور اس کی روح کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے۔ اس نے صرف کھانے پینے اور جنسی تعلقات کو حرام نہیں کیا۔ بلکہ ہر اس چیز کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے جو روزہ کے مقاصد کے منافی اور اس کی حکمتوں اور روحانی و اخلاقی فوائد کے لیے مضر ہے۔ اس نے روزہ کو ادب و تقویٰ، دل اور زبان کی عفت و طہارت کے حصار میں گھیر دیا ہے۔“ [ارکان اربعہ، ص: ۲۸۶]



درخواست دعائے صحت

انجینئر میاں عبدالسلام صاحب (سنت نگر، لاہور) کا گزشتہ دنوں بائی پاس آپریشن سرجی میڈ ہسپتال لاہور میں ہوا ہے۔ احباب موصوف کی صحت کاملہ کے لیے دعا فرمادیں۔ جزاکم اللہ خیراً [محمد ادریس شاہد]

احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استدلال و امتثال ۷

حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی، جھنڈاگری (نیپال ہند)

جواب دیا:

ان اسامة اخبرنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستاک هذا السواک -

[منتخب کنز العمال، ج: ۳، ص: ۴۳۶]

”کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ ان معمولات میں مسواک فرمایا کرتے تھے۔“
اس روایت سے ان کا اتباع سنن و امتثال حدیث صاف ظاہر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے اتباع سنن کا بھی متعدد واقعات سے اندازہ ہوتا ہے۔

①..... آنحضرتؐ کا حکم ہے چوں کہ اہل عجم اپنے بڑوں کے نام خطوط میں پہلے لکھتے ہیں اور اپنا نام نیچے لکھتے ہیں لیکن جب تم لوگ کوئی خط لکھو تو پہلے اپنا نام بحیثیت کاتب کے پہلے لکھو۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی دیگر صحابہ کرام کی طرح اس پر عامل تھے۔ چنانچہ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ان کے نام آتا اور حضرت معاذ اس خط کا جواب دیتے تو شروع میں اپنا نام لکھتے ایک خط کے الفاظ اس طرح ہیں:

من معاذ بن جبل الی عمر بن الخطاب -

[منتخب کنز العمال، ج: ۴، ص: ۶۶]

②..... یمن کے دو مختلف علاقوں پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مقرر تھے ایک بار حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو وہاں ایک آدمی بندھا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے معلوم ہوا کہ یہ یہودی سے مسلمان ہوا پھر مرتد ہو کر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی محبین رسول اللہ میں سے تھے اور آپ کی احادیث و سنن کے عاشق تھے۔

①..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور کھانا طلب فرمایا۔ اندر سے کچھ روٹی آئی تو آنحضرتؐ نے پوچھا کیا کچھ سالن نہیں ہے؟ جواب ملا صرف سرکہ ہے فرمایا وہی لاؤ اور مجھ سے فرمایا: الخلل نعم الادم ”سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما زلت احب الخلل منذ سمعته من رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم - [مسند احمد، ج: ۳، ص: ۴۰۰]

”یعنی جب سے میں نے سنا کہ حضور ﷺ سرکہ پسند کرتے ہیں میں بھی سرکہ کو پسند کرنے لگا۔“

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے طعام کی چیزوں تک میں آنحضرتؐ کا اتباع فرمایا اور آپ کی پسند کو اپنی پسند ٹھہرا لیا۔ جب عام عادات و سنن میں یہ حال تھا تو عبادات و طاعات میں اتباع و امتثال کا کتنا اونچا مقام رہا ہوگا، آسانی سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

②..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ مسواک بہ کثرت کیا کرتے تھے۔

جب قیام اللیل (نماز تہجد) کے لیے اٹھتے تو مسواک کرتے اور جب تھوڑی دیر میں فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد جاتے تب بھی مسواک فرماتے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ نے بہ کثرت مسواک سے دانت کے مسوڑھوں کو زخمی کر رکھا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے

یہودی ہو گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی سزا قتل ہے جب تک اسے قتل نہ کر دو گے میں یہاں بیٹھ نہیں سکتا۔ چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا میں نے اس لیے کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ

”یعنی جو شخص دین اسلام سے باغی ہو کر مرتد ہو جائے اس کو قتل کر دو۔“ [مسند احمد، ج: ۵، ص: ۲۳۱]

اس روایت سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا احادیث نبویہ کے ساتھ شدت امتثال اور اہتمام اطاعت و اتباع صاف ظاہر ہے۔ اب رہا مرتد کے قتل کا معاملہ تو اس کو یوں سمجھئے کہ اسلام نے زندگی کا ایک جامع و نعم البدل قانون پیش کیا ہے۔ اب جو کوئی سمجھ بوجھ کر اسلام کا ممبر بنے اور رکن بننے کے بعد بلا کسی خاص وجہ و جیہ کے اسلام سے بغاوت اور قانون شکنی کرے تو ایسے باغیوں کے لیے اسلام میں کوئی رعایت نہیں جب کہ دنیوی قوانین میں بھی باغیوں کی سزا سخت سے سخت ہوتی ہے۔

جنگ عظیم ۱۹۱۴ء اور جنگ اعظم جرمنی کے ہٹلر کا پیدا کردہ حال کسے معلوم نہیں۔ لیکن جب جنگ کا خاتمہ ہوا تو فریق غالب نے اپنے سیاسی باغیوں کو کیسی کیسی سزا اور کیسی کیسی وحشت ناک قتل و پھانسی اور لاش تک کے جلانے کے واقعات نہیں کر ڈالے؟

③..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: اَنْسَا اُحْبَبُكَ ”میں تم سے محبت کرتا ہوں“ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں اور تم اس پر عمل کرتے رہنا اور وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرو۔“

رَبِّ اَعْنِيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

”یعنی اے میرے اللہ مجھے اپنے ذکر اور شکر کی توفیق عطا کیجیے اور اچھی عبادت ادا کر سکنے میں میری مدد فرمائیے۔“

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی تاریخ سے زندگی بھر ہر

نماز کے بعد پڑھتا رہا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی وصیت صنابچی کو کی اور صنابچی نے ابو عبد الرحمن کو اور ابو عبد الرحمن نے اس کی وصیت عقبہ بن مسلم کو فرمائی۔ [مسند احمد، ج: ۵، ص: ۲۴۵]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حدیث پر خود بھی عمل کیا اور بَلِّغُوا عَنِّي کے تحت دوسروں کو تبلیغ بھی فرمائی۔ تا آنکہ انہی کے واسطے سے آج ہم سب تک یہ حدیث پہنچی۔ اللہ کریم ہم سب کو بھی اس دعا کو نمازوں کے بعد پڑھنے کی توفیق بخشے۔

④..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب اور خوش انتظام لوگوں میں سے ہیں۔ جب یمن کی عمل داری پر آپ کا تقرر ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے آپ کا تقرر فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں آپ کا یمن ہی کے لیے تقرر قائم رکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو یمن کا حاکم اپنے دور خلافت میں مقرر کر کے بھیجا۔ کیوں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ارتحال پر وہ یمن سے چلے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کا حکم مقرر کر کے واپس بھیجا۔ آپ کے اقتصادی و معاشی انتظام سے پورا علاقہ خوش حال ہو گیا حتیٰ کہ زکوٰۃ کی پوری رقم غربا کے نہ ہونے سے جب وہاں صرف نہ ہو سکی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے سال ایک ثلث دوسرے سال نصف اور تیسرے سال کل رقم بیت المال بھیج دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم حدیث نبوی پر کیوں نہیں عمل کرتے اور زکوٰۃ یمن کے غربا و مساکین اسلام پر صرف کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری نظر میں حدیث نبوی ہے کہ مقامی صدقات کو اغنیا سے لے کر فقراء مسلمین پر صرف کیا جائے مگر اس کا کیا علاج کہ یہاں پورے یمن میں اس کے لینے والے باقی نہیں رہے، پورا علاقہ خوش حال ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

مَا بَعَثْتُ اِلَيْكَ بَشِيْءًا وَّ اَنَا اَجِدُ اَحَدًا يَّاخُذُ مَنِيْ -

[کتاب الاموال، ص: ۵۹۶]

”یعنی میں نے ان اموال زکوٰۃ و صدقات کو اس مجبوری سے

آپ کے پاس مرکزی بیت المال میں بھیجا ہے کہ یہاں ایک

انسان بھی ایسے اموال کا لینے والا باقی نہیں ہے۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ محض

تخصیص دار نہ تھے، بلکہ اعلیٰ درجہ کے خوش انتظام بھی تھے۔ نیز معلوم ہوا کہ حدیث نبویؐ توخذ من اغنیاء ہم وترد علی فقرائهم ان کے پیش نظر تھی اور اس پر عامل تھے۔ چنانچہ پچھلے سال دو ثلث مال مستحقین میں تقسیم ہوا، ایک ثلث بچ رہا جو مرکز کو روانہ کیا۔ دوسرے سال نصف ہی کے مستحقین ملے نصف مرکز کو گیا۔ تیسرے سال جب کوئی مستحق نہ ملا تو سب مال مرکز کو بھیج دیا گیا۔ بہر حال اتباع حدیث اس واقعہ سے بھی صاف ظاہر ہے۔

⑤..... ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو قبیلہ بنو سعد پر تخصیص دار بنا کر بھیجا آپ وہاں گئے اور امراء قوم سے زکوٰۃ وصول فرما کر غربائے اسلام میں ساری رقم آپ نے تقسیم کر دی کوئی رقم یا کوئی چیز دار الخلافہ اور مرکزی بیت المال کے لیے لائے نہ خود کوئی چیز تحفہ کے طور پر اپنے گھر کے لیے لائے۔ بیوی نے پوچھا تم اس سفر سے واپسی میں کوئی چیز، کوئی تحفہ بیوی بچوں کے لیے نہیں لائے کیا معاملہ ہے؟ چونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی تخصیص دار یا عامل جب کسی مقام پر حکومت کا کام کرے تو وہاں کے تمام محاصل و آمدنی حکومت کی ملکیت ہوتی ہے۔ عامل کے لیے تحفہ کے طور پر کچھ اپنے لیے مخصوص کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ ایک صحابی سے حضور نے پوچھا یہ رقم تو بیت المال کے لیے لائے اور یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا یہ مجھے وہاں کے لوگوں نے تحفہ دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”تو اپنی ماں کے گھر بیٹھ کے دیکھ تجھے کون تحفہ دیتا ہے“، بہر حال اس قسم کی روایات و احادیث کے پیش نظر آپ کچھ تحفہ تحائف نہیں لائے۔ لیکن بیوی کو مطمئن کرنا بھی ضروری تھا تو فرمایا:

كَانَ مَعِيَ ضَاغِطٌ یعنی ”میرے ساتھ نگران کا تھا۔“ بیوی سمجھیں کہ ان کے آمد و خرچ کی جب فاروق اعظمؓ کی طرف سے نگرانی ہو رہی تھی تو یہ کوئی چیز بچا کر کیسے لاسکتے تھے؟ حضرت معاذؓ کا مقصد اللہ کریم حافظ و نگران کا رہے میں کس طرح کوئی رقم تحفہ بنا کر لاسکتا تھا۔ بہر حال اس مبہم وغیر واضح جملہ سے بیوی کو تو راضی کر لیا لیکن بیوی حضرت عمرؓ سے بدگمان ہو گئیں اور ادھر ادھر کی مجلسوں میں کہنے لگیں کہ میرے شوہر کو رسول اکرم ﷺ نے امین سمجھا، حضرت

ابوبکرؓ نے امین سمجھا مگر عمرؓ بھروسہ نہیں کرتے۔ ضابطہ و محافظ بھیجتے ہیں۔ شدہ شدہ یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو حضرت معاذؓ سے پوچھا: بھائی! یہ کیا قصہ ہے میں نے تمہارے ساتھ کون سے محافظ کو بھیجا تھا؟ جب حضرت معاذؓ نے بیوی کے سوال و جواب کے پورے واقعہ سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا کہ لطائف الحیل سے میں نے اس کو راضی کرنے کے لیے ضابطہ کا لفظ استعمال کر لیا کہ میرے معاملات و حالات کی نگرانی خدا کی طرف سے ہو رہی تھی میں کوئی خیانت کس طرح کرتا۔ بیوی آپ کو سمجھ کر خاموش اور میری جانب سے مطمئن ہو گئی۔ حضرت عمرؓ اس صورت حال کو سن کر خوب ہنسے اور پھر حضرت معاذؓ کو چند چیزیں عطا فرمائیں اور فرمایا:

إِزْضَاهَا بِهِمْ - [کتاب الاموال، ص: ۵۹۷]

کہ ”یہ چیزیں ان کو دے کر میری طرف سے راضی کر لیجیے۔“ اس واقعہ سے حضرت معاذؓ بن جبل کا اتباع حدیث کا حال خوب واضح ہے۔ امانت داری کی حدیث پر عمل کیا کسی قوم کے اموال زکوٰۃ وصول کیے تو وہاں سے بطور تحفہ کچھ اپنے لیے نہ لائے۔ اس حدیث پر بھی عمل کیا اور عورت کو لطائف الحیل بلکہ ظاہری کذب سے بھی راضی کر لینے والی جو حدیث ہے اس پر بھی عمل کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر:

حضرت عبداللہ بن زبیر احادیث شریفہ کے متبع اور سنن نبویہ کے بڑے مطیع تھے۔ چند ایک واقعات بطور مثال پیش نظر رکھیے:

①..... ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے بھائی عمرو بن زبیر کے درمیان کوئی جھگڑا تھا جس میں دونوں نے اپنے معاملہ کا حکم (بیچ) حضرت سعید بن عاص کو بنایا۔ حضرت سعیدؓ کے پاس جب دونوں پہنچے تو حضرت سعید بن عاصؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا چاہا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ یہ سنت نبوی کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں منصف کے سامنے برابر بٹھائے جائیں۔ پس کوئی تخت پر ہو اور کوئی نیچے فرش پر ہو یہ سنت نبوی کے قطعاً خلاف ہے۔ ان کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں:

سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الخصمين
يقعدان بين يدي الحكم -

”یعنی سنت نبوی یہ ہے کہ مدعی مدعا علیہ جج کے سامنے
بٹھانے چاہئیں۔“ [مسند احمد، ج: ۴، ص: ۴]

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے
اتباع حدیث کے پیش نظر حکم کے پیش کردہ اعزاز کو قبول نہیں فرمایا۔
کیوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ساری عزت اتباع حدیث
واتثال سنن میں سمجھتے تھے۔

②..... ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا حریف عبدالملک
بن مروان بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اثنائے طواف میں حضرت عبداللہ
بن زبیر کو اس بات پر ملامت کرنے لگا کہ انھوں نے بناء کعبہ میں
اضافہ کر دیا اور خواہ مخواہ اپنے اس فعل کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس
روایت کی طرف منسوب کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بناء کعبہ میں اضافہ کی
خواہش رکھتے تھے۔ حارث بن عبداللہ جو ایک ساتھی تھے کہنے لگے امیر
المومنین آپ ان کو برا نہ کیسے کیوں کہ جہاں تک بناء کعبہ میں اضافہ کا
سوال ہے میں نے خود بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت کو سنا
ہے۔ اس تائید و تصدیق کے بعد عبدالملک نے کہا:

لو سمعت هذا قبل ان انقضه لتركته على ما بنى

ابن زبیر - [مسند احمد، ج: ۶، ص: ۲۶۲]

”اگر میں اس سے پہلے یہ حدیث سنتا تو کعبہ کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ
کی تعمیر کردہ صورت پر رہنے دیتا۔“

اس روایت سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا امتثال حدیث
ظاہر ہے کہ انھوں نے حسب ارشاد و حسب تمنا بناء کعبہ میں اضافہ
فرمایا۔ عبدالملک بن مروان جیسے دنیا دار بادشاہ بھی اتباع سنن کے
جذبہ کو ظاہر کرنے پر مجبور تھے۔

③..... حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے عارضی ایام خلافت
میں اعلان کیا کہ جو شخص بھی ”زرد شیر“ یعنی شطرنج وغیرہ کھیلتا ہوا پایا
جائے گا تو میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس کے بال کھنچواؤں گا اور اس
کے جسم پر کوڑے برسائوں گا اور ایسے مجرم کو پکڑنے والے کو اس کے جسم

کا تمام سامان مال مسلوب بنا کر لانے والے کے حوالہ کردوں گا۔

[الادب المفرد، ص: ۱۸۶]

اس روایت سے ان کا اتباع سنن صاف ظاہر ہے کیوں کہ
حدیث نبوی ہے:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ -
”جو شخص منکرات شرعیہ کو دیکھے تو اپنی طاقت سے اسے
مٹا دے۔“

تو اس حدیث کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر نے زور
حکومت سے ایسے منکرات کو توڑنے کے لیے عزم بالجزم فرمایا۔ حقیقت
یہ ہے بلا طاقت کے بہت سے منکرات ہٹ بھی نہیں سکتے محض وعظ ہر
جگہ کارگر نہیں ہوتا۔ اکبر مرحوم لکھتے ہیں:

نہ ہو مذهب میں جب زور حکومت
وہ دین کیا ہے فقط اک فلسفہ ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعری:

یہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اتباع سنن و امتثال احادیث
میں آپ بھی نمونہ تھے۔ چند واقعات پیش نظر رکھیے:

①..... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سخت علالت اور قریب
المرگ ہونے پر ان کی بیوی رونے لگیں تو آپ نے فرمایا تم کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد نہیں جس میں آپ نے نوحہ کرنے
والی عورت پر لعنت کا اظہار فرمایا ہے عورت نے سننے کا اعتراف کیا ہے
اور پھر اسی دم آنسوؤں کو پی گئیں اور یک دم خاموش ہو گئیں۔

[مسند احمد، ج: ۴، ص: ۴۰۵]

اس روایت سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا اتباع سنن صاف
ظاہر ہے کہ انھوں نے حدیث نبوی یاد دلا کر بیوی کو نوحہ اور گریہ و زاری
سے منع کیا اور بیوی کا بھی امتثال حدیث ظاہر ہے کہ اس نے بھی
حدیث نبوی کا حوالہ سامنے آتے ہی یک دم خاموشی اختیار کر لی۔ نیز
اسی واقعہ سے حضرت ابو موسیٰ کا جذبہ تبلیغ بھی ظاہر ہے جو خود ایک
مستقل اتباع سنن ہے۔ کیوں کہ تبلیغ کا حکم بلغوا عنی ولو آیتہ کے
مطابق ایک مستقل حکم ہے جو کچھ آپ نے سنا تھا اس سے بیوی کو بھی

باخبر کر دیا تھا۔ چنانچہ حوالہ دیتے ہی وہ سمجھ گئیں۔ ساتھ ہی ان حضرات کے حفظ احادیث کا بھی پتا چلا کہ جو کچھ سنتے تھے ان کے دل اسے محفوظ رکھتے تھے۔

②..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے چھینک آگئی اور تھوڑی دیر میں ایک عورت کو بھی چھینک آگئی تو اس کے جواب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے **یرحمک اللہ** فرمایا اور میرے چھینک مارنے پر کچھ نہیں فرمایا۔ میں نے اپنی ماں سے جا کر ان کے اس طرز عمل کی شکایت کی تو وہ ان کی خدمت میں گئیں اور اس امتیاز کا سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ تمہارے بیٹے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے چھینکا تو الحمد للہ نہیں کہا اس لیے میں نے کوئی جواب نہیں دیا، اور عورت نے چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہا تھا اس لیے میں نے اس کا جواب دیا ہے اور اس تفریق کے متعلق حکم نبوی موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو تم اس کا جواب دو اور اگر الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دو۔ یسن کر میری ماں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا احسنت احسنت یعنی آپ نے خوب کیا۔

[مسند احمد، ج: ۴، ص: ۴۱۲]

اس روایت سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا امتثال حدیث صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے حدیث نبوی کے پیش نظر ایک کی چھینک کا جواب دیا اور حدیث ہی کی ماتحتی میں دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا۔ نیز اس واقعہ سے صحابہ کرام کی باہمی پاک ضمیری و صاف باطنی بھی ظاہر ہو رہی ہے۔

حضرت ابویوب انصاری:

①..... حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ایک بزرگ صحابی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں جب مدینہ تشریف لائے تو انہی کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر اہل مدینہ کی طرف سے ہدیہ آیا کرتے آپ کچھ کھا کر بقیہ حصہ فضلہ مبارک حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا کھانا آیا جس میں لہسن پڑا ہوا تھا آپ نے کچھ استعمال کیے بغیر پورا پیالہ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا وہ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلہ کو بطور تبرک استعمال کرنا چاہتے تھے جب دیکھا کہ آج پیالہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کا نشان نہیں ملا تو وہ اس پیالہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آج آپ کی انگلیوں کے نشان نہیں ملے۔ فرمایا: لہسن کی بو کی زیادتی سے میں نے پسند نہیں کیا۔ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

وَأَنَا أَكْرَهُ مَا تَكْرَهُ - [مسند احمد، ج: ۵، ص: ۹۴]
”یعنی جو چیز آپ کو پسند نہیں مجھے بھی پسند نہیں۔“

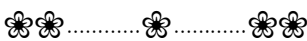
اس روایت سے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبہ امتثال اور اتباع سنن کا حال صاف ظاہر ہے۔ ان کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند و ناپسند کے عین مطابق تھی۔

②..... حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک عورت زار زار رو رہی ہے انھوں نے لوگوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس کے بچہ کو اس سے جدا کر دیا گیا ہے (تہا بچہ کو مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا) حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور اس کے بچہ کے ہاتھ کو پکڑا اور ہمراہ خود لا کر اس کے حوالے کر دیا اور فرمایا: میں نے ایسا اس لیے کیا ہے کہ والدہ اور اولاد کے درمیان ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی اجازت نہیں دی ہے۔

[مسند احمد، ج: ۵، ص: ۴۱۳]

③..... حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ سے دعوت آئی آپ دعوت دینے والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا بھائی میں روزہ دار ہوں اور آپ نے میری دعوت کر دی ہے روزہ تو توڑ نہیں سکتا لیکن حاضر اس لیے ہوا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب اس کو کوئی شخص دعوت دے تو وہ اس کو قبول کرے۔ [الادب المفرد، ص: ۱۳۳]

اس روایت سے بھی اتباع حدیث صاف ظاہر ہے۔



زیادۃ الثقه اور إذا قرأ فأنصتوا کا حکم ③

محمد حبیب احمد، ادارہ علوم اشریہ (فیصل آباد)

رکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم عمومی طور پر اس صحیح میں ایک عنوان کے تحت، موضوع سے متعلقہ ایک سے زائد صحابہ کرام کی مرویات ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان روایات کے علیحدہ علیحدہ طرق بھی بیان کرتے ہیں۔ ان طرق کی تفصیل میں امام صاحب کبھی کبھار ان اسانید میں معلول سند کو بھی لے آتے ہیں اور کبھی ایسی سند کے ساتھ معلول متن بھی لے آتے ہیں اور کبھی معلول شاہد کا بھی تذکرہ کرتے ہیں مگر یہ علت محل استشہاد میں مضرب نہیں ہوتی۔ یاد رہے امام صاحب ایسی معلول حدیث کو اصل موضوع میں ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی ابتدائے باب میں ذکر کر کے اسے دوسری احادیث کی بنا قرار دیتے ہیں۔ اس لیے اس اسلوب سے وہ ابواب مستثنیٰ ہوں گے جن میں صرف ایک ہی حدیث ہو۔

امام صاحب ایسی معلول سند کو بطور احتیاط ذکر کرتے ہیں یا پھر ان کا مقصود اس میں پائی جانے والی علت کی توضیح ہوتی ہے یا اس باب میں موجود احادیث کے طرق کا تتبع مقصود ہوتا ہے۔ اس سے استدلال مطلوب نہیں ہوتا۔ تنہا امام مسلم کا یہ طریقہ نہیں بلکہ امام بخاری، ترمذی وغیرہ کا بھی یہی انداز ہے۔

مقدمہ صحیح مسلم میں امام صاحب معلول روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

وسننید ان شاء الله شرحاً وإيضاحاً فی
مواضع من الكتاب عند ذكر الأخبار المعللة إذ
أتينا عليها في الأماكن التي يليق بها الشرح
والإيضاح - ان شاء الله -

[مقدمہ صحیح مسلم، ص: ۶، دار السلام]

”عنقریب ہم اس کتاب کے کئی مقامات پر معلل احادیث

محترم حافظ زبیر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”صحیح مسلم کی احادیث کو ضعیف اور شاذ کہنا جائز نہیں۔“

[الحديث، اپریل ۲۰۰۸ء، ص: ۱۰]

ہمیں بھی اس بات سے اتفاق ہے کہ صحیح مسلم کی روایات کو ضعیف اور شاذ کہنا درست نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ عمومی طور پر جب یہ جملہ بولا جائے تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ امام مسلم نے جن روایات کو بطور اصول بیان کیا ہے ان میں وہ ضعیف اور شاذ روایات نہیں لائے۔ لیکن کیا جن روایات کو امام صاحب نے متابعات اور شواہد میں ذکر کیا ہے ان میں سے کسی کو ضعیف اور شاذ کہنا غیر سدید ہے؟ جب کہ خود صاحب کتاب اپنے اسلوب اور منہج سے اس حدیث کے شذوذ اور ضعف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟ مزید برآں امام صاحب کے علاوہ اور جہاں ہذا محدثین نے صراحۃً اس پر تنقید کی اور اسے معلول بنا دیا۔ اس سے ذرا آگے جس کی تضعیف اور شذوذ پر سبھی منتقدین بشمول صاحب کتاب متفق ہوں۔ پھر ان متقدّمین میں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ذہبی، ابوعلی، ائرم، احمد، ابن معین، ابوحاتم، دارقطنی، بیہقی وغیرہ جس جملہ کے شذوذ پر متفق ہوں۔ امام بزار، مزنی، ابومسعود مشقی، ابن عمار شہید، علامہ مبارک پوری ایسے اعیان ان کے ہمنوا ہوں تو کیا ایسی روایت کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ ”صحیح مسلم کی احادیث کو ضعیف اور شاذ کہنا جائز نہیں۔“

جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ آخر کیوں ان علماء کی تصریحات کے بعد وإذا قرأ فأنصتوا کو صحیح اور محفوظ کیا جا رہا ہے؟

متابعات اور شواہد میں معلول روایات:

صحیح مسلم کا درستہ کرنے اور اکابرین امت کے اقوال کو مد نظر

ذکر کر کے ان کی مزید شرح و توضیح کریں گے، جن مقامات پر ان کی شرح و توضیح مناسب رہے گی۔“ ان شاء اللہ

یہ علت کیا ہے جس کا ذکر امام صاحب نے اپنے متذکرہ بالا قول میں کیا؟ ظاہر بات ہے کہ اس سے مراد وہی علت ہے جسے جمہور محدثین علت سمجھتے ہیں۔ یعنی ایسا سبب جو راوی کے وہم اور خطا پر دلالت کرے، قطع نظر اس کے کہ وہ راوی ثقہ ہے یا ضعیف اور وہ علت قاذبہ صحت حدیث میں مؤثرہ یا غیر مؤثرہ!

اس کی توضیح خود صحیح مسلم میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

صحیح مسلم [کتاب صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن.....، ح: ۶۵/۷۱۱ دار السلام: ۱۶۴۹] میں امام صاحب نے عبد اللہ بن مسلمہؓ تعنی پر رد فرماتے ہوئے کہا ان کا اس سند میں اُبیہ کا واسطہ ذکر کرنا غلط ہے۔

کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة فى الصبح والقراءة على الجن [ح: ۴۵۰: دار السلام: ۱۰۰۷] میں امام صاحب نے عبد الاعلیٰ عن داود بن ابی ہند کی سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ذکر کی۔ پھر اس کے بعد [حدیث: ۱۰۰۸] اسماعیل بن ابراہیم عن داود کی سند سے ذکر کی اور ساتھ ہی یہ وضاحت فرمائی کہ

”وسألوہ الزاد: فقال: لكلم کل عظم ذکر اسم اللہ.....۔“

اسماعیل بن ابراہیم نے اسے شععی کا قول بتلایا ہے۔ گویا کہ اس حدیث کے مسند ابن مسعود سے ہونے میں اور مرسل شععی ہونے میں زبردست اختلاف ہے۔ پھر ذکر اسم اللہ اور لم یذكر اسم اللہ علیہ بیان کرنے میں بھی زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ محدث البانی فرماتے ہیں:

”جو ہم نے تخریج کی اس سے واضح ہو گیا کہ صحیح مسلم میں داود بن ابی ہند کی گزشتہ روایت مکمل طور پر صحیح ہے۔ مگر علف لدوابکم اور اسم اللہ اپنی دونوں صورتوں کی بنا پر صحیح نہیں۔ کیوں کہ ان کا کوئی شاہد نہیں۔ پھر داود اسے موصول

اور مرسل بیان کرنے میں بھی اضطراب کا شکار ہو گئے۔ اس لیے میں نے اس حدیث کو الضعیفہ میں درج کیا ہے۔“ ہم نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث میں اضطراب کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل الضعیفہ [ج: ۳، ص: ۱۳۳-۱۴۰، ح: ۱۰۳۸] میں ملاحظہ فرمائیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا یہ ابن مسعود کی مضطرب روایت ایسی ہے جس کی صحت پر اجماع امت ہے؟! کیا یہ روایت صحیح مسلم کی شرط پر ہے؟ کیا امام صاحب نے اسے بطور استدلال پیش کیا؟ کیا امام صاحب کے ہاں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے؟ ان سب سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ کیوں کہ امام مسلم نے اس سے پہلے والی حدیث ابن عباس کو اصل قرار دیا، جس کی مناسبت سے امام نووی نے باب الجهر بالقراءة فى الصبح والقراءة على الجن کا باب باندھا اور ابن مسعود کی روایت میں علت (ادراج) کی توضیح کے لیے اسے اس کے بعد بیان کیا۔ امام نووی کی تبویب کے مطابق ”صبح کی نماز میں قراءت اور جنوں پر قراءت“ وہ ابن عباس کی روایت میں ہے۔ ابن مسعود کی روایت میں صرف ”جنوں پر قراءت“ کا ذکر ہے نماز فجر میں قراءت کا نہیں۔ پھر اس حدیث کے معلول ٹکڑوں علف لدوابکم اور اسم اللہ سے امام صاحب نے کوئی استدلال نہیں کیا۔ اسی لیے تو انھوں نے داود کے بقیہ شاگردوں کی روایات ذکر کیں۔

کتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغیر رضاہا میں امام مسلم رحمہ اللہ، دکتور فواد عبد الباقی کی ترقیم کے مطابق چودہ حدیثیں ذکر کیں جب کہ مکتبہ دار السلام کی ترقیم کے مطابق ۳۶۵۲ تا ۳۶۷۲ بیس احادیث بنتی ہیں۔ اس باب کی بیسیوں یعنی آخری حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جس نے مولیٰ عروہ کہا اس نے غلط کہا صحیح مولیٰ عزة ہے (۳۶۷۲)۔ گویا اسے مولیٰ عروہ کہنا محمد بن رافع کا وہم ہے یا امام عبد الرزاق کا۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ امام مسلم نے اس مصحف سند کو آخر باب میں کیوں ذکر کیا؟ جب کہ وہ اس حدیث سے پہلے ابن الزبیر

عن ابن عمر کی حدیث ذکر کر رہے ہیں گویا کہ وہ مولیٰ عزۃ کی سند سے حدیث بیان کر کے فارغ ہو چکے، پھر اس کے بعد مولیٰ عروۃ کی سند دوبارہ کیوں ذکر کی؟

یعنی کہ پہلی مثال میں امام صاحب نے زیادۃ الثقة کو اس کی خطا کی بنا پر رد کیا، دوسری مثال میں علت (ادراج) کی توضیح کی۔ جب کہ تیسری مثال میں تصحیف کو علت قرار دیا۔

یہاں ہم اس شبہ کا بھی ازالہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ صحیح مسلم کے خلاف ایسا تاثر، صحیح مسلم کی شان کے منافی ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ ان مثالوں سے امام مسلم کی معرفت حدیث عبقری شخصیت کھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ امام صاحب کی دقت نظر اور فہم ثاقب کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے یہ وہی تو اوصاف حمیدہ ہیں جن کی بدولت امام صاحب اہل اتقان وضبط کی روایات کو دوسرے رواۃ کی روایت پر مقدم کرتے ہیں۔ ایک ہی شہر کے راویوں کی روایت کو دوسرے مختلف شہروں کے راویوں کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایک ہی قبیلہ کی روایت کو مختلف قبائل کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔ عالی کونا زل پر مقدم کرتے ہیں۔ صحیح حدیث کو معلول حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ یہ خصائص اسنادیہ اس جلالت پر دلالت کرتے ہیں کہ امام صاحب کو بلاشبہ لاکھوں احادیث حفظ تھیں بلکہ ان کے شذوذ اور علل تک بھی براہ راست ان کی رسائی تھی۔ اس لیے یہ وضاحت تو اس عقیدہ کو راسخ کرتی ہے۔ صحیح مسلم، صحیح بخاری کے بعد اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے سبھی اسلاف کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ہم مختصر طور پر ان محدثین کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں جنہوں نے اس بات کی نشان دہی فرمائی کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متابعات اور شواہد میں معلول روایات کا بھی ذکر کیا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی اصح میں ان معلول روایات کو بھی داخل کیا جس کا انہوں نے وعدہ فرمایا۔ [الاکمال شرح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۹، لوحۃ: ۱، بحوالہ عبقریۃ الامام مسلم،

ص: ۵۴]

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں امام صاحب ایسی حدیث ذکر کرتے ہیں جس کے رجال ثقات ہوتے ہیں اور وہ ایسی روایت کو اصل قرار دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد دوسری سند یا کئی ایسی اسانید ذکر کرتے ہیں جن کے بعض راوی ضعیف ہوتے ہیں۔ اس متابعت سے پہلی سند میں تاکید پیدا کرنے کے لیے یا ایسی زیادت پر قبضہ کرنے کے لیے جس میں کوئی ایسا فائدہ ہو جو گزشتہ حدیث میں نہیں پایا جاتا۔

[صیانة صحيح مسلم، ص: ۹۵]

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ امام صاحب ان طرق میں ایسے رواۃ بھی لائے ہیں جو صحیح مسلم کی شرط پر نہیں جیسے عبدالرحمن بن خالد بن مسافر ہیں۔ [التبصرة والتذكرة للعراقي، ج: ۱، ص: ۷۲]

حافظ ابن حجر ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس کا مرفوع روایت کرنا وہم ہے جس کی توضیح صحیح مسلم میں ہے۔

[التلخیص الحبیبر، ج: ۳، ص: ۲۸، ح: ۱۲۱۱]

امام مسلم نے جس سند کو توضیح علت کے لیے ذکر کیا ہے وہ محمد بن عباد کی سند سے ہے۔ [صحیح مسلم: ۱۶، دارالسلام: ۳۹۷۹]

نیز دیکھیے: بین الامامین للمدخلی [ص: ۲۷۰ تا ۲۷۸]، موطا امام مالک [ج: ۳، ص: ۳۶۳، ۳۶۴ تحقیق الہلالی]، الاحادیث التی خولف فیہا مالک بن انس للدارقطنی [رقم: ۶۷]

حافظ ابوسعود دمشقی کا اس حدیث کے بارے میں جو قول ہے وہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ امام صاحب نے نبی کی حدیث کو بیان علت کے لیے ذکر کیا ہے۔ [الاجوبة، ص: ۱۵۹، ۱۶۰] امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں متعدد مقامات پر امام مسلم کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا کہ امام صاحب نے اسے بیان علت وغیرہ کے لیے ذکر کیا ہے۔

شرح مسلم [ج: ۲، ص: ۴۰ درسی نسخہ]، علامہ معلی [الانوار الکاشفة، ص: ۲۹ قصۃ تأییر النخل]، علامہ مبارک پوری [مقدمة تحفة الاحوذی، ص: ۸۱] کا رجحان اس جانب ہے کہ امام صاحب متابعتاً معلول روایات ذکر کرتے ہیں۔ شیخ مقبل بن ہادی نے

الازامات والتبع کی تحقیق میں اس بات کا اقرار کیا کہ امام صاحب نے ان طرق کو توضیح علت کے لیے بیان کیا۔ دیکھئے: ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۵۷، ۱۶۵، ۱۹۶، ۲۱۶، ۲۳۷، ۲۸۵، ۲۹۳، ۲۹۶، ۳۰۰، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۳، ۳۵۱، ۳۶۵ وغیرہ۔ دکتور حمزہ ملیباری کے تتبع کے مطابق دکتور ربیع بن ہادی المدخلی نے ”بین الامامین“ میں تقریباً بائیس جگہ اس بات کا اقرار کیا کہ امام صاحب نے ان کی تخریج بیان علت کے لیے کی ہے۔ [عبقریۃ الامام مسلم، ص: ۸۵، ۸۷]

دکتور حمزہ ملیباری نے [عبقریۃ الامام مسلم، ص: ۵۱-۸۷] میں صراحت فرمائی کہ امام صاحب بیان علت وغیرہ کے لیے طرق حدیث بیان کرتے ہیں۔

منذری فرماتے ہیں امام مسلم نے یہ طریق اس وجہ سے ذکر کیا کہ معلوم ہو جائے کہ امام مسلم کی نظر میں یہ طریق بھی تھا۔

[نصب الراية للزيلعي، ج: ۳، ص: ۳۲۱]

اسی قسم کی رائے علامہ قسطلانی، سیوطی، طاہر جزائری اور عبدالحق دہلوی کی بھی ہے۔ [عبقریۃ الامام مسلم، ص: ۸۳، ۸۵]

ابن رشید فہری کے ہاں بھی امام مسلم معلول روایت کو بیان کرتے ہیں۔ [السنن الابین، ص: ۱۰۰، ۱۰۱]

ہم صحیح مسلم میں متابعات اور شواہد میں معلول روایات کی جانب نہیں جانا چاہتے اس کے لیے ملاحظہ ہو: الإلزامات والتبع للدارقطنی، الاجوبة لأبي مسعود الدمشقي، العلل لابن عمار الشهيد، تقييد المهمل وتمييز المشكل للحافظ الجباني الغساني [ج: ۳، ص: ۷۶۳-۹۳۷] علل الحديث الواردة في صحيح مسلم على حسن عبد الحميد، بين الإمامين مسلم والدارقطنی للدكتور ربیع بن هادی عمير المدخلی، ما هكذا تورديا سعد الإبل، وعبقرية الامام مسلم في ترتيب احاديث مسنده الصحيح كلاهما للدكتور حمزه مليباري، المنتخب من العلل للخلال [۵۳-۵۶، ۱۶۶-۱۶۸] تحقيق: البومعاز طارق بن عوض الله بن محمد فتح الباري [ج: ۱۰، ص: ۲۳۵] وغیرہ۔

قارئین کرام! ہماری اس بحث سے یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متابعات وغیرہ میں بعض معلول روایات کا بھی تذکرہ کیا جن سے اصل حدیث اثر انداز نہیں ہوتی اور ان علل کی توضیح کے لیے ائمہ کرام نے مستقل کتب تصانیف فرمائیں۔ ان تصریحات کے باوجود و إذا قرأ فانصتوا کو معلول اور شاذ کیوں نہیں قرار دیا جاسکتا؟ جس کی تضعیف پر بلاشبہ متقدمین کا اجماع ہے۔ ان مضعفين میں ① امام مسلم، ② بخاری، کتاب القراءة خلف الامام للبيهقي، ص: ۱۳۱، ③ حافظ محمد یحییٰ الذہلی، مرعاة المفاتيح للمحدث المبارکفوری [ج: ۳، ص: ۱۲۸]، ④ حافظ ابوعلی حسین بن علی نیساپوری، کتاب القراءة خلف الامام، ص: ۱۳۱، والسنن الکبریٰ للبيهقي [ج: ۲، ص: ۱۵۶]، ⑤ ابن خزيمه، القراءة خلف الامام، ص: ۱۳۱، ⑥ ابوبکر اثرم النخاس والمنسوخ دیکھئے: شرح العلل لابن رجب [ج: ۲، ص: ۸۸، ۸۹]، ⑦ احمد بن حنبل شرح العلل لابن رجب [ج: ۲، ص: ۹۰] سے امام اثرم نے اضطراب ثابت کیا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے التمهيد [ج: ۱۱، ص: ۳۳] میں امام اثرم کے حوالے سے تصحیح نقل کی ہے۔ ممکن ہے کہ امام احمد نے پہلے اس کی تصحیح فرمائی ہو بعد میں اصل حقیقت منکشف ہونے پر اس سے رجوع کرتے ہوئے اس پر اضطراب کا حکم لگایا ہو۔ واللہ اعلم

⑧ ابن معین وابو حاتم الرازی، شرح النووی [ج: ۱، ص: ۱۷۵] ومعرفۃ السنن والآثار للبيهقي [ج: ۲، ص: ۴۶، ۴۷]، ⑩ دارقطنی، السنن [ج: ۱، ص: ۳۳۱]، الإلزامات والتبع [ص: ۱۷۱]، العلل [ج: ۷، ص: ۲۵۲، ۲۵۴]، بیہقی، معرفۃ السنن والآثار [ج: ۲، ص: ۴۶]، ⑫ نووی، شرح صحیح مسلم [ج: ۱، ص: ۱۷۵]، ⑬ ابوالفضل ابن عمار الشہید، علل الاحادیث التي فی صحیح مسلم [ص: ۷۳، ۷۷]، بحوالہ التخریج المحرر الحثیث للہلالی [ج: ۱، ص: ۳۰۸]، ⑭ ابوداود، السنن [۹۷۳، باب الشہد]، ⑮ حافظ ابومسعود دمشقی، الاجوبة [ص: ۱۵۹، ۱۶۰]، محدث عبدالرحمن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی، تحقیق الکلام [ج: ۲، ص: ۸۱-۹۴] بحوالہ مرعاة المفاتيح

علوم عربیہ کی عظیم قدیمی درس گاہ

دارالحدیث اوکاڑا

سن تاسیس ۱۹۵۴ء زیر اہتمام: انجمن اہل حدیث رجسٹرڈ اوکاڑا

الحمد للہ دارالحدیث اوکاڑا میں خالص جماعتی، دینی، تعلیمی ادارہ ہے۔ جس کی تعلیمی بنیاد ادارہ کے پہلے شیخ الحدیث حضرت العلامة مولانا ابو محمد عبداللہ عبدالجبار سلفی کھنڈیلوی رحمہ اللہ نے رکھی، اور حضرت مولانا قاری عبدالحق رحمانی رحمہ اللہ نے تادم آخر ادارہ کی سرپرستی کی۔

اساتذہ: حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی شیخ الحدیث ہیں۔ ان کے ساتھ آٹھ قابل ترین، مشفق، محنتی اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔

شعبہ جات: شعبہ کتب درس نظامی ۶ سالہ کورس بمطابق نصاب وفاق المدارس السلفیہ، مڈل، میٹرک، ایف۔ اے تک علوم عصری کی تعلیم کا بندوبست، شعبہ تحفیز القرآن مع التجوید، شعبہ دارالافتاء، شعبہ حفظ وناظرہ، ترجمہ کلاس، کمپیوٹر کلاس، فری ہو میوڈ پنسنری

خصوصیات: بخاری شریف پڑھنے والے طلبا کو ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے۔ طلبا کی بہتر تربیت نظم و نسق پیدا کرنے کی کوشش، اسبوعی اجلاس، سفید وردی، صبح کی سیر، مطالعہ کی پابندی، نماز باجماعت کی تلقین، پرسکون ماحول، اعلیٰ رہائش و خوراک کا بندوبست

داخلہ: اپنے پرائمری، مڈل، میٹرک پاس بچوں کو حفظ کرانے اور دینی و دنیوی تعلیم کے لیے جلد داخل کروائیں۔ والد یا سرپرست کا ساتھ آنا لازمی ہے۔

تعمیر: ادارہ کی اپنی پانچ کنال زمین پر تعلیمی بلاک تعمیر کے آخری مراحل میں ہے جو کہ بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

اپیل: ادارہ کے سالانہ اخراجات پندرہ لاکھ روپے سے زائد ہیں۔ آپ اپنی زکوٰۃ، صدقات، عشر، قربانی کی کھالوں سے حسب سابق خصوصاً ماہ رمضان میں بھرپور تعاون کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر 1-2518 M.C.B راوی روڈ۔ اوکاڑا

الداعی الی الخیر: عبداللہ یوسف ناظم، دارالحدیث ساہیوال روڈ۔ اوکاڑا

فون نمبر: 044-2521460 قاضی: 0302-4403173

اشاعتِ دین کا عظیم مرکز

اِحَادۃ تَبْلِیغِ اِسْلَامِ

جام پور

جامعہ محمدیہ

ادارہ ہذا کے زیر اہتمام علاقہ کی مصروف درسگاہ جامعہ محمدیہ الہادیث بھی قائم ہے جس میں زیر تعلیم یافتہ اقامتی و مقامی طلباء کے تمام تعلیمی اخراجات ادارہ برداشت کرتا ہے اقامتی طلباء کے طعام، علاج، کپڑے و ماہانہ وظائف کا بھی انتظام ادارہ کی طرف سے کیا جاتا ہے طالبات کیلئے دینی تعلیم کا الگ معقول انتظام ہے۔

غریب فنڈ

ادارہ کے زیر اہتمام غریب فنڈ بھی قائم ہے جس میں وصول شدہ عطیات سے نادار اور غریب طلباء و عوام کی مالی اعانت کی جاتی ہے غریب اور مستحق مریضوں کے علاج معالجہ کیلئے بھی تعاون کیا جاتا ہے۔

تعاون کی خصوصی اپیل

تعارف

ادارہ ہذا ملک بھر میں منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے بڑے پیمانے پر دینی لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے مختلف مسائل پر ۳۳ سلسلہ ہائے تبلیغ شائع کر کے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ دیگر اداروں سے حاصل کر کے تقسیم کیا گیا لٹریچر اس کے علاوہ ہے موجودہ دور میں دینی و اصلاحی لٹریچر کی اشاعت اور مفت تقسیم صدقہ جاریہ و عظیم جہاد ہے راہ حق سے ہٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت پر لانے کیلئے تبلیغ کا یہ سوڈر ہے۔

تبلیغی پروگرام

ادارہ کی زیر سرپرستی جام پور میں عظیم الشان سالانہ الہادیث کانفرنس ہر سال باقاعدگی سے منعقد کی جاتی ہے جس میں ملک کے معروف علماء کرام تشریف لاکر اپنے مواعظ حسنہ سے عوام کو مستفیذ فرماتے ہیں دور و نزدیک ہزاروں لوگ کانفرنس میں شرکت کرتے ہیں مبلغین کے اخراجات بھی ادارہ برداشت کرتا ہے۔

کرتوڑ بھگائی کے موجودہ دور میں دین کی اشاعت و فروغ تعلیم اسلام کا مشن جاری رکھنا کس قدر مشکل کام ہے احباب کو اس کا اچھی طرح ادراک ہے۔ تمام حقیر صاحب ثروت احباب سے پر زور اپیل ہے کہ رمضان المبارک میں خصوصی طور پر اور دیگر ایام میں زکوٰۃ، عشر، فطرانہ و دیگر عطیات مد سے ادارہ کی مالی سرپرستی فرمائیں تاکہ دینِ حق کی اشاعت کا یہ کام یکسوئی کے ساتھ جاری رکھا جاسکے یقیناً آپ کا یہ تعاون صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔

بذریعہ بینک: اکاؤنٹ نمبر 3-1107-00166008، حبیب بینک آف جام پور، تمام ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

خصوصی
اپیل

0604-567218
0333-8556473

جام پور
ضلع راجہ پور پاکستان

مُدیّر تبلیغِ اِسْلَام اَہْلِیّ اَدَارَہ

مُحَمَّد السَّيِّد رَہْی

زیارتِ حرمین اور سفر کویت

محمد اسحاق بھٹی

کی تھی لیکن سو سے زیادہ مسافر وہ تھے جو مختلف ملکوں میں جانا چاہتے تھے۔ پچاس کے قریب عمرہ کرنے والے ہوں گے جو براستہ کویت مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ میرا شمار اسی پچاس کے گروہ میں ہوتا تھا۔ یہ سب لوگ کویت ایئر پورٹ کے مہمان تھے۔ رات کو ایئر پورٹ والوں نے کھانا دیا اور مہمان خانے میں سونے کا انتظام کیا گیا۔ مجھے کمرہ نمبر ۲۰۶ ملا۔ صبح کو ناشتہ دیا گیا۔

میرے ساتھ حادثہ یہ ہوا کہ پاکستانی وقت کے مطابق صبح تین بجے میری آنکھ کھل گئی۔ کویت کے مطابق وہ رات ایک بجے کا وقت تھا۔ میں اٹھ کر باہر دروازے پر کھڑا ہوا تو دروازہ مقفل ہو گیا، اب اسے کھولنا ممکن نہ تھا۔ کمرے کی چابی بھی اندر تھی۔ سخت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کیا جائے۔ کویت ایئر پورٹ پر متعدد افراد سے واقفیت ہو گئی تھی جو لاہور سے جدہ جا رہے تھے۔ اتفاقاً ان میں سے دو آدمیوں سے گفتگو کا زیادہ موقع ملا۔ ان کا کمرہ میرے کمرے سے متصل تھا۔ میں نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انھوں نے دروازہ کھولا اور اپنی چابی سے میرے کمرے کا تالا کھولنے کی کوشش کی، لیکن تالا نہیں کھلا۔ بہ ظاہر چابیاں ایک سی تھیں، لیکن ہر تالے کی الگ الگ چابی تھی۔ چھ بجے استقبالہ میں ٹیلی فون کیا تو ان کا آدمی دوسری چابی لایا اور تالا کھولا گیا۔

۲۶۔ جون کو جمعرات کے روز کویت ایئر پورٹ پر ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ ظہر کی نماز پڑھی اور احرام باندھا۔ دو بجے جہاز نے اڑان بھری اور پانچ بجے جدہ ایئر پورٹ پر اترا۔ میں نے دوستوں کے لیے اپنی چند کتابیں لانا تھیں، لیکن نہیں لایا، اس لیے کہ فروری ۲۰۰۰ء میں جب میں حج کے لیے گیا تو جدہ ایئر پورٹ کے عملے نے کتابیں ضبط کر لی تھیں اور مجھے اس سے بے حد کوفت ہوئی تھی۔ خیال یہ تھا کہ

۲۰۰۸ء کے مئی کی ۱۵ یا ۱۶ تاریخ تھی کہ میرے دوست جناب عارف جاوید محمدی صاحب کا کویت سے ٹیلی فون آیا جس کا مطلب یہ تھا کہ کویت آنے کے لیے ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار کر لو۔ اس پر چند روز گزرے تھے کہ صبح اصغر نے فون پر اطلاع دی کہ اپنا پاسپورٹ فیکس کر دیں۔ پھر قاری عبید اللہ صاحب گوجراں والا سے تشریف لائے، انھوں نے بتایا کہ کویت کا ویزہ بن چکا ہے۔ لیکن مجھے پہلے عمرے کے لیے جانا تھا، بعد میں کویت.....!

قاری عبید اللہ نے ۲۲۔ جون کو مجھے اطلاع دی کہ ۲۵۔ جون کی شام کو آپ چھ بج کر چالیس منٹ کی فلیٹ سے لاہور سے کویت کے لیے روانہ ہوں گے۔ رات کویت ایئر پورٹ پر بس کریں اور دوسرے دن کسی وقت کویت سے سوار ہو کر جدہ پہنچیں گے۔ لیکن اس کے بعد ۲۳۔ جون کی شام کو انھوں نے بتایا کہ ۲۴۔ جون کو رات دو بجے ایئر پورٹ جانا ہے اور صبح چار بجے کی فلیٹ سے کویت کو روانگی طے پائی ہے۔ اس پر وگرام کے مطابق وہ گاڑی لے کر ۲۴۔ جون کو رات دو بجے میرے گھر پہنچ گئے۔ ایئر پورٹ پر گئے تو معلوم ہوا کہ فلیٹ لیٹ ہو گئی ہے۔ اب شام کو چار بجے کویت کے لیے روانہ ہوگی۔ لیکن اس کی ایئر پورٹ سے تصدیق کر لینا ضروری ہے۔ گھر آ کر تھوڑی دیر کے بعد ٹیلی فون کیا تو پتا چلا کہ شام کو سات بج کر چالیس منٹ پر جہاز کویت کے لیے روانہ ہوگا۔

ٹکٹ دو دن پہلے لے لیا گیا تھا، جس کے مطابق ۲۵۔ جون کو لاہور سے کویت اور کویت سے جدہ کا عزم تھا۔ ہم چار بجے ایئر پورٹ پہنچے تو پتا چلا کہ جہاز کی روانگی کا صحیح وقت چھ بج کر چالیس منٹ ہے۔ لیکن جہاز نے لاہور سے آٹھ بجے اڑان شروع کی اور رات گیارہ بجے کے بعد کویت ایئر پورٹ پر اترا۔ اس میں اکثریت کویت جانے والوں

اب بھی یہی حال ہوگا۔ اس کے علاوہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور کے عزیز ی جمال الدین افغانی نے کتابیں لے جانے سے مجھے روک دیا اور کہا کہ کچھ عرصہ پیشتر ان کے والد محترم پروفیسر عبدالجبار شاہر مختلف موضوعات کی پینتیس چھتیس کتابیں لے کر مکہ مکرمہ گئے تھے، لیکن جدہ کے ہوائی اڈے پر اترے تو تمام کتابیں ضبط کر لی گئیں۔ چنانچہ میں نے اپنے آٹھ سال قبل کے تجربے اور جمال الدین افغانی کی بات کے پیش نظر صرف تین کتابیں بیگ میں رکھیں۔ ایک تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، دوسری سوانح عمری میاں عبدالعزیز مالواڈہ بیرسٹر اور تیسری حالات صوفی محمد عبداللہ۔ لیکن جب میں پانچ بجے جدہ ایئرپورٹ پر اترتا تو خلاف توقع سامان چیک نہیں کیا گیا، ورنہ چیکنگ والے نہایت بے رحمی سے سامان چیک کرتے ہیں اور ہر چیز الگ الگ کر کے ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں، جسے اکٹھا کرنا مسافر کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

ہمارے دوست مولانا عارف جاوید محمدی کو بزرگان دین اور مختلف نقطہ ہائے نظر رکھنے والے اہل علم کے خطوط، ان کی تصویریں اور ان کے قلم وغیرہ رکھنے کا بہت شوق ہے۔ انھوں نے مجھے کویت سے بذریعہ ٹیلی فون تاکید کی تھی کہ میں اپنی ہر کتاب کا ایک ایک نسخہ اور مختلف اوقات میں جن علما و زعماء کے خطوط میرے نام آئے ہیں، ان کی فوٹو کاپی ان کے لیے لاؤں۔ لیکن میں نے ان چیزوں کے ضبط ہونے کے خطرے کی وجہ سے کوئی چیز بھی اپنے سامان میں نہیں رکھی۔ میرے پاس خطوط تو ہندوستان کے سابق صدر گیلانی ذیل سنگھ کے بھی ہیں جو آزادی وطن سے قبل میرے ہم وطن اور دوست تھے، اور برصغیر کے مشہور محقق مالک رام کے بھی ہیں جو عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور ہندی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ لیکن میں نے کوئی چیز لانا مناسب نہیں سمجھا۔

جدہ ایئرپورٹ کا چیکنگ کا عملہ صرف عربی جاننے والے افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں اردو جاننے والے دو چار آدمی بھی ہونے چاہئیں۔ اس لیے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بے شمار ہندوستانی اور پاکستانی حضرات قیام پذیر ہیں اور اردو کتابوں کا مطالعہ ان کا پسندیدہ

عمل ہے۔ ان کے لیے ایسی اردو کتابیں پہنچنی چاہئیں جو اختلافی مسائل سے پاک ہوں، اس کی وضاحت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اردو جانتے ہوں۔ اردو نہ جاننے والوں کے لیے تو سب برابر ہیں اور وہ بے خبری کی بنا پر سب کتابیں ضبط کرتے جاتے ہیں۔ عصر کی نماز میں نے جدہ ایئرپورٹ کی مسجد میں پڑھی۔

اب جدہ سے مکہ مکرمہ کو روانگی:

جدہ کے ہوائی اڈے سے میں جس گاڑی پر سوار ہوا، اس کے ڈرائیور کا نام ناصر تھا۔ خوش گفتار اور خوش مزاج نوجوان۔ میرے پاس موبائل فون تھا، جس کی سعودی عرب کے لیے مجھے سم لینا تھی۔ میں نے ناصر سے اس کا ذکر کیا تو اس نے کہا یہ کام یہیں ہوائی اڈے پر کر لیتے ہیں۔ لیکن موبائل دیکھا تو پتا چلا کہ یہ سعودی عرب میں کام نہیں دے گا۔

چھ بجے کے قریب ہم جدہ ایئرپورٹ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ روانگی سے چند منٹ بعد ناصر نے مجھ سے پوچھا آپ کھانا کھائیں گے یا چائے پیئیں گے؟ آگے چل کر بھی اس نے کئی مرتبہ یہی الفاظ کہے۔ میں نے اس سے ہر مرتبہ یہی کہا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ آپ جلد از جلد مکہ مکرمہ پہنچئے۔ ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی بیت اللہ شریف کے لیے شدید کشش تھی، اور میں اس کی زیارت اور طواف کے لیے نہایت بے تاب تھا۔ تاہم ناصر نے جدہ سے باہر نکل کر ایک ہوٹل پر گاڑی کھڑی کی اور مجھے چائے پلائی۔ یہ پانچابیوں کا ہوٹل تھا۔

جدہ ایئرپورٹ کے قریب کھجوروں کے بے شمار درخت ہیں جو قد کاٹھ میں تو زیادہ بڑے نہیں ہیں اور میرے خیال میں کھجور کے پھل سے بھی خالی ہیں۔ لیکن نہایت خوب صورتی کے ساتھ ایک لمبی قطار میں کھڑے ہیں۔

ایئرپورٹ سے مکہ مکرمہ ایک سو بیس کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ دورویہ صاف ستھری سڑک ہے، جس پر ٹریفک کا بے پناہ بہاؤ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ راستے میں اونچے اونچے خنک پہاڑ بھی ہیں اور مختلف

مقامات پر کئی کئی منزلوں کی عمارتیں بھی ہیں۔ بعض مقامات پر ایک ایک منزلہ عمارتیں دکھائی دیتی ہیں۔ شان دار اور خوش نما عمارتیں۔ ٹریفک کی کثرت کے باوجود گاڑیوں کی رفتار بہت تیز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ گاڑی چلانا شاید کوئی جانتا ہی نہیں۔ ہر ڈرائیور کو تیز رفتاری کی تربیت دی گئی ہے اور اسے تنبیہ کی گئی ہے کہ تم نے آہستہ گاڑی چلائی تو سخت سزا دی جائے گی۔

جب اس شان دار چوڑی سڑک پر گاڑی دوڑ رہی تھی میرا ذہن ساٹھ ستر برس قبل کے ان حالات کی طرف منتقل ہو گیا، جب لوگ سمندری جہاز پر چرچ کے لیے جاتے اور جدے سے اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ پہنچتے تھے۔ نہ اس وقت سڑک کا کوئی تصور کسی کے ذہن میں تھا اور نہ ایئر کنڈیشن بسوں، ویکوں اور کاروں کے متعلق کسی نے کبھی سوچا تھا۔ چاروں طرف ریت ہی ریت اور طویل و عریض صحرا۔ ایک سوئیس کیلومیٹر کا یہ سفر بڑی مشکل سے چار پانچ روز میں طے ہوتا ہوگا۔ اب جہاز سے اتر کر ایئر پورٹ سے باہر نکلیں تو آپ کو بے شمار بسیں، ویکیں اور کاریں دکھائی دیں گی اور ان کے ڈرائیوروں کی ”مکہ، مکہ“ کی آوازیں کانوں میں پڑیں گی۔ اسی طرح کسی زمانے میں جدہ کی بندرگاہ پر اونٹوں کی قطاریں نظر آتی ہوں گی اور ان کے عرب مالک اپنے عربی لباس میں ہاتھوں میں اونٹوں کی مہاریں پکڑے اور ان پر پلان ڈالے ”مکہ، مکہ“ کی آوازیں دیتے ہوں گے۔ جس مقام پر اونٹ کھڑے کیے جاتے تھے اسے ”مناق“ کہا جاتا ہوگا۔ وہ زمانہ چشم تصور میں لایے اور پھر آج کے زمانے پر نگاہ ڈالیے، دونوں زمانوں میں زمین آسمان کا فرق دکھائی دے گا۔ دنیا بدل گئی، حالات منقلب ہو گئے، اُس دور کے عرب بد و جن کے ہاتھوں میں اونٹوں کی مہاریں ہوتی تھیں، آج ان کے بیٹے اور پوتے بڑی بڑی ایئر کنڈیشنڈ کاروں پر سوار ہیں اور معاملات کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں۔ جس سرزمین کے بد و، مارے بھوک کے حاجیوں سے ایک ایک پیسے اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کا سوال کرتے تھے، آج اس سرزمین کی تہہ میں تیل کی صورت میں زریں سیال بہ رہا ہے۔ جہاں کے لوگوں کی آمدنی کا واحد ذریعہ حاجیوں کی آمد تھی، آج دنیا کے لوگ وہاں جا کر لاکھوں اور

کروڑوں روپے کما رہے ہیں اور ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی کو کہا جاتا ہے: ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

کویت اور سعودی عرب کا وقت پاکستانی وقت سے دو گھنٹے پیچھے تھا۔ لیکن ہماری نئی جمہوری حکومت نے گھڑیوں کے وقت کی رفتار ایک گھنٹا آگے کر دی ہے۔ کیوں آگے کر دی ہے؟ اس کا حکومت کے چند بزرگہروں کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اس حساب سے کویت اور سعودی عرب ہم سے تین گھنٹے پیچھے ہو گئے ہیں۔ ہماری حکومتوں کو کوئی اور کام کرنے کی توفیق ہو یا نہ ہو، گھڑی کی سوئیوں کو گھمانے اور آگے پیچھے کرنے کے فن میں بڑی مہارت رکھتی ہیں۔ پرویز مشرف کی مارشل لائی حکومت نے گھڑی کی سویاں گھما کر ایک گھنٹا آگے کر دی تھیں اور یہ سلسلہ ایک سال جاری رہا تھا۔ پھر جب ایک گھنٹا وقت آگے کرنے کی وجہ سے تمام ملکی اور قومی مسائل حل ہو گئے اور لوگوں کی بھوک تنگ کا خاتمہ ہو گیا تو پنجابی محاورے کے مطابق دوبارہ ”کھوتی بو ہڑ تھلے“ آ گئی یعنی گھڑیاں پہلے وقت پر کر دی گئیں۔

بہر حال میں نے کویت ایئر پورٹ پر اپنی گھڑی تین گھنٹے پیچھے کر دی تھی۔ میں ساڑھے سات بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہنچا اور اپنے ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک میں سامان رکھ کر بیت اللہ شریف گیا۔ اللہ کے اس گھر میں جا کر ایک مسلمان پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے، اس کا صحیح ادراک تو کسی اہل دل ہی کو ہو سکتا ہے، میرے جیسا گنہگار اس کے متعلق کیا عرض کر سکتا ہے۔ میں تو بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ بیت اللہ شریف میں جا کر اور اس مقدس ترین مقام کو دیکھ کر اس معصیت کیش کی آنکھوں کو یا رے ضبط نہ رہا اور دل اس تصور سے تڑپ اٹھا، جب کئی ہزار سال پہلے یہ جگہ وسیع صحرا تھی۔ ایک بزرگ جنہیں تاریخ حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام سے موسوم کرتی ہے، ایک عورت اور ایک بچے کو پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کا ایک چھوٹا سا تھیلادے کر واپس اسی طرف چلے جاتے ہیں جس طرف سے آئے تھے۔ جاتے ہوئے عورت کے استفسار پر جواب دیتے ہیں کہ میں نے یہ کام اللہ کے حکم کے مطابق کیا ہے۔ عورت کہتی ہے اگر اللہ کے حکم کے مطابق کیا ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور اس کے حکم کا صحیح ترین

نتیجہ نکلے گا۔

پھر وہ وقت آتا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس وادی غیر ذی زرع کو ہر قسم کے میوؤں اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہرہ مند فرما۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام ملکوں اور علاقوں سے وہاں ہزاروں لاکھوں لوگ روزانہ کھینچے ہوئے آتے ہیں اور اس گھر میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کے کرم کی انتہا ہے کہ دنیا کی ہر چیز وہاں موجود ہے اور ہر شخص کو وافر مقدار میں مل رہی ہے۔

میں نے مغرب کی نماز بیت اللہ شریف میں پڑھی اور ساڑھے آٹھ بجے کے قریب طواف شروع کیا۔ لوگوں کی بھیڑ تو تھی، لیکن بہت زیادہ نہ تھی۔ اللہ نے توفیق مرحمت فرمائی کہ مختلف اطراف سے غلاف کعبہ کو بھی ہاتھ لگانے کا موقع ملا اور حجر اسود کی بھی تقبیل کی۔ الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً کثیراً

دوران طواف ہی عشا کی نماز باجماعت پڑھی۔ بیت اللہ شریف کے امام صاحب کا قرآن مجید پڑھنے کا انداز لطف دے گیا۔

طواف کے بعد بارگاہ الہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا طالب ہوا۔ تمام افرادِ خانہ کے لیے، دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے نام لے لے کر دعا مانگی۔ اپنے اساتذہ کرام اور ان متعلقین و احباب کے لیے جو وفات پا چکے ہیں، اپنی دانست میں خلوص قلب سے دعائے مغفرت کی۔ قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ہمارا کام اس کی بارگاہ اقدس و اعلیٰ میں دست دعا دراز کرنا ہے، اور وہ کرتے رہنا چاہیے۔

اس گنہگار کو یقین ہے کہ دل کی گہرائی سے کامل اخلاص کے ساتھ اللہ سے مانگا جائے تو وہ ضرور دیتا ہے۔ خود اللہ کا فرمان ہے کہ وہ دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ پھر اللہ کے رسول (ﷺ) کا ارشاد عالی ہے کہ اللہ اپنے بندے کے ہاتھ خالی نہیں لٹاتا۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کا ارشاد ہرگز غلط نہیں ہو سکتا۔ ہماری باتیں غلط ہو سکتی ہیں (اور ہوتی بھی ہیں) لیکن اللہ کے رسول (ﷺ)

کے تمام فرامین مبنی بر صحت ہیں اور آپ کے چھوٹے بڑے تمام ارشادات برحق ہیں، جنہیں ماننا ضروری ہے۔

اس کے بعد صفامرہ کی سعی شروع کی۔ بیت اللہ کے طواف کی طرح یہ بھی سات چکر ہیں۔ صفا کے آخری کنارے (دیوار) سے سعی کا آغاز کیا اور صفامرہ کے آخری کنارے تک پہنچا۔ پھر وہاں سے صفا کی طرف چلا ان الصفا والمرۃ من شعائر اللہ۔

اس طرح سات چکر پورے کیے۔ کوئی چکر دس منٹ میں مکمل ہوا، کوئی بارہ منٹ میں اور کوئی پندرہ منٹ میں۔ تین مرتبہ درمیان میں آب زمزم پیا۔ چھٹے چکر میں تھکاوٹ سی محسوس ہوئی اور بیٹھ کر تھوڑا سا آرام کرنے کو جی چاہا۔ لیکن بیٹھا نہیں۔ مسلسل عمل سعی جاری رکھا۔ ساڑھے گیارہ بجے طواف اور سعی سے فارغ ہوا۔ آخر میں دو گلاس پھر آب زمزم پیا۔ سعی میں کافی بھیڑ تھی۔

اب مجھے سر کے بال منڈوانا تھے اور سوچ رہا تھا کہ نائی کی دکان پر جاؤں، لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نائی کی دکان کدھر ہے۔ اتنے میں سیاہ داڑھی والے ایک نوجوان پر نظر پڑی جو احرام باندھے ہوئے تھے اور ان کا سر تازہ تازہ منڈا تھا۔ ان کو السلام علیکم کہا تو وہ میری طرف لپکے۔ میں نے پوچھا:

آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

جواب دیا: گوجراں والا کارہنے والا ہوں۔

سوال کیا: یہاں کب آئے؟

بولے: دینی کام کرتا ہوں۔ وہیں سے عمرے کے لیے آیا ہوں

اور عمرے سے فارغ ہو چکا ہوں۔

میں نے نام پوچھا تو بتایا کہ میرا نام غلام مصطفیٰ ہے۔

اب میں نے اس نوجوان سے کہا کہ وہ دو باتوں میں میری مدد کرے۔ ایک یہ کہ مجھے نائی کی دکان پر لے جائے تاکہ میں سر منڈوا لوں۔ دوسرے یہ کہ تاج محل ہوٹل کے قریب میرا ہوٹل ہے، لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہاں سے کس طرف ہے، وہاں پہنچنے میں وہ میری مدد کرے۔

وہ نوجوان بلا تامل فوراً میرے ساتھ چل پڑا۔ پہلے ہم نائی کی دکان پر گئے۔ وہاں بھیڑ تھی، لیکن چند منٹ بعد میری باری آ گئی۔ میں نے سرمندوایا تو ایسے لگا کہ بہت بڑے فرض سے سبک دوش ہو گیا ہوں۔ نائی کو میں نے سو ریال کا نوٹ دیا۔ اس نے دس ریال اپنی مزدوری لی اور نوے ریال مجھے واپس کیے۔ اب میری طرف سے میرا عمرہ مکمل تھا اور میں نہایت خوش تھا۔ لیکن اس کی قبولیت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تھا اور اس میں میرا کوئی دخل نہ تھا۔ میں جو کچھ کر سکتا تھا، کر دیا۔ اب مجھے پیاس لگ رہی تھی۔ قریب کی دکان سے خود بھی بوتل پی اور اس نوجوان (غلام مصطفیٰ) کو بھی پلائی۔

اس کے بعد تاج محل ہوٹل اور اس کے قریب میری قیام گاہ کی تلاش شروع ہوئی۔ غلام مصطفیٰ کے پاؤں میں جوتی نہیں تھی۔ میں نے جوتی نہ پہننے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں اس مقدس شہر میں جب

بھی حاضر ہوتا ہوں جوتی اتار دیتا ہوں اور ننگے پاؤں چلتا ہوں..... اس کے بعد اس نے کہا کہ جب تک آپ کی قیام گاہ کا پتہ نہیں چلے گا، میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔

تقریباً ایک گھنٹہ ہم ادھر ادھر کے چکر لگاتے رہے۔ لیکن میرا ٹھکانا تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اتنے میں ایک اور شخص مل گیا، اس سے بات کی تو وہ بھی ہمارے ساتھ چل پڑا۔ معلوم ہوا کہ اس کا تعلق بھی گوجراں والا سے ہے۔ بالآخر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔ اس سے قبل نہ میرا غلام مصطفیٰ سے کوئی تعلق تھا اور نہ دوسرے شخص سے۔ نہ آئندہ ان دونوں میں سے کسی سے ملاقات کا امکان ہے۔ لیکن انھوں نے میرے ساتھ جس ہم دردی کا مظاہرہ کیا اور دو گھنٹے میرے ساتھ گلیوں اور بازاروں میں گھومتے رہے، اس کی بنا پر وہ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ [جاری ہے]

خصوصی اطلاع

معاونین دارالحدیث سے ادباً گزارش ہے کہ مالی تعاون کے لیے درج ذیل پتہ نوٹ فرمائیں۔ کیوں کہ میں دائم المرض ہوں اور بڑھاپہ و دیگر عوارضات کے علاوہ نظر بھی انتہائی کمزور ہو چکی ہے۔
بایں وجہ میں نے ذمہ داری اپنے بیٹے پروفیسر عبید الرحمن محسن کو سونپ دی ہے۔ پتہ نوٹ فرمائیں۔

پروفیسر عبید الرحمن محسن

مدیر دارالحدیث راجووال، اوکاڑا

فون: 0300-6972721

بذریعہ چیک ترسیل زر کے لیے: بنام دارالحدیث راجووال
اکاؤنٹ نمبر 1-UBL0100167 راجووال

العارض

محمد یوسف بانی و مہتمم دارالحدیث راجووال اوکاڑہ

اعلان

راقم جماعت اہل حدیث کے معروف عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد حسین روپڑی امرتسری رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی مولانا ابو عبد اللہ صوفی محمد مرحوم (۳۸- ایس پی پاکستان) کے سوانح و حالات مرتب کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں جماعتی احباب سے درخواست گزار ہوں کہ وہ میرے ساتھ تعاون کریں کہ موصوف کے متعلق کوئی معلومات، یا خطاب یا ملاقات کی صورت میں لٹرچر ہو تو فوراً ارسال فرمادیں احباب کا میں شکر گزار ہوں گا۔

[حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، مطب سبحان اللہ، گندھیاں روڈ،

کوٹ رادھا کشن، ضلع قصور۔ فون: 0301-4481583]

ضرورت رشتہ

ایک 25 سالہ ایم اے (ELT) بی۔ ایڈ، دینی رجحان رکھنے والی دوشیزہ کے لیے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
لاہور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ کے لیے: 042-6166096 / 0334-4186260

مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب کے لیے دعائے صحت:

بزرگ عالم دین اور جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے امیر مولانا امام عبدالرحمن سلفی گزشتہ ماہ سے علیل ہیں اور اب وہ ہسپتال سے گھر آ گئے ہیں۔ قارئین ان کی صحت کاملہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ [محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد]

حافظ حبیب الرحمن فیصل آبادی کو صدمہ:

گزشتہ دنوں حکیم عبدالستار مرحوم (امین پور بازار فیصل آباد) کی بیوہ اور حافظ حبیب الرحمن (سابق صدر اہل حدیث پوتھ فورس فیصل آباد) کی والدہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔ ان کی نماز جنازہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے پڑھائی اس میں جماعتی علماء اور عوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

ہفت روزہ الاحسن، لاہور کی اشاعت خاص



مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی

تاریخ علمائے اہل حدیث میں ایک گراں قدر اضافہ

عنوانات

✽ سوانح ✽ شخصیت ✽ 60 سالہ علمی تگ و تاز ✽ صحافتی و ملی خدمات
✽ سیاسی کردار ✽ منتخب خطوط ✽ نادر تحریریں ✽ منظوم خراج عقیدت

صفحات: 1230 عمدہ جاپانی کاغذ قیمت: -/400 روپے

- ہفت روزہ الاعتصام ۳۱- شیش محل روڈ لاہور
- مکتبہ سلفیہ ۴- شیش محل روڈ لاہور
- کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور
- مکتبہ قدوسیہ، لاہور
- والی کتاب گھر، اردو بازار، گوجرانوالہ
- مکتبہ اسلامیہ، لاہور فیصل آباد
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی
- قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

ملنے کے لیے

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ ”دارالدعوة السلفیہ“ لاہور، پاکستان

منعقدہ 20 اگست 2008 بروز بدھ

نمبر اور ابقاء المؤمن اور اس قبیل کی دوسری کتب مارکیٹ میں ہمہ وقت موجود رہنی چاہئیں اور کسی وقت بھی مارکیٹ سے غائب نہیں ہونی چاہئیں۔

گزشتہ اجلاس میں مولانا اسماعیل سلفی کے مقالات جمع کرنے کی منظوری دی گئی تھی۔ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے بتایا کہ حافظ شاہد محمود صاحب آف گوجراں والا، اس کام کا آغاز کر چکے ہیں اس لیے ہمیں از سر نو محنت کرنے کی بجائے ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے تاکہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے مختلف ماخذ کی نشان دہی کی جہاں سے اس موضوع پر مزید مواد میسر آ سکتا ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل ایجنڈا زیر بحث آیا:

①..... رمضان المبارک میں تعاون کی کوشش

②..... مہنگائی اور بدل اشتراک میں اضافہ

③..... اشاعتی امور پر غور

④..... دیگر امور

رمضان المبارک میں تعاون کے سلسلے میں بتایا گیا کہ حسب دستور منی آرڈر فارم اور تعاون کے لیے اپیل کا خط تیار ہے جو معاونین کو بھیجا جا رہا ہے۔ حسب روایت دعوتی انداز کا ایک کتابچہ بھی بھیجا جاتا ہے۔ حافظ احمد شاکر نے تجویز دی کہ بینکنگ کے موضوع پر حافظ ذوالفقار کا مکمل مضمون پمفلٹ کی صورت میں ہمراہ بھیجا جائے۔ حافظ حماد شاکر نے تجویز دی کہ یہ پمفلٹ پانچ سو کی تعداد میں حافظ اسد کو بھی بھیجا جائے تاکہ وہ شہر کے تاجر اور صنعت کار احباب میں تقسیم کریں۔ کیوں کہ وہ گاہے گاہے ادارہ کو بھرپور تعاون دیتے ہیں اور

دارالدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور، کے ارکان کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت مولانا ابوبکر صدیق السلفی، ۲۰ اگست بروز بدھ بوقت اڑھائی بجے بعد از نماز ظہر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری کے ہال میں منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل ارکان نے شرکت فرمائی:

①..... مولانا ابوبکر صدیق السلفی، ②..... مولانا حافظ عبد الحمید ازہر، ③..... مولانا ارشاد الحق اثری، ④..... مولانا محمد اسحاق بھٹی، ⑤..... حافظ احمد شاکر، ⑥..... حافظ حماد شاکر، ⑦..... مولانا حافظ محمد اشرف، ⑧..... عمران حمید مرزا، ⑨..... ملک عصمت اللہ۔

اجلاس کی کارروائی کا آغاز مولانا عبد الحمید ازہر صاحب کی قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا۔ گزشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی گئی۔ سننے کے بعد صدر مجلس مولانا ابوبکر صدیق السلفی نے اس کی توثیق فرمائی۔

گزشتہ اجلاس کی کارروائی کا جائزہ پیش کرتے ہوئے حافظ احمد شاکر صاحب نے بتایا کہ حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ صاحب کی خودنوشت سوانح حیات ابقاء المؤمن شائع ہو چکی ہے جب کہ الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر اور منقہ الاخبار رمضان المبارک تک شائع ہونے کی توقع ہے، ان شاء اللہ۔

خودنوشت سوانح حیات ابقاء المؤمن کی ایک ایک کاپی حاضرین مجلس کو بطور ہدیہ دی گئی۔ مولانا عبد الحمید ازہر نے تجویز دی کہ تحفہ میں دی جانے والی کتب پر دارالدعوة السلفیہ کی مہر ”ہدیہ مع لائحیات دارالدعوة السلفیہ“ لگا کر دینی چاہیے تاکہ ادارہ کا تعارف ہو سکے اور ہر رکن کے پاس یادگار رہے۔

مولانا ارشاد الحق اثری نے فرمایا کہ منقہ الاخبار، حجیت حدیث

دوسرا یہ کہ کاروباری حلقہ کو بینکاری کے اسلامی نقطہ نظر سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر مزید مواد بھی دیتے رہنا چاہیے۔ اس سے ادارے کا تعارف اور اس کی کارکردگی سامنے آئے گی۔

مولانا ابوبکر صاحب نے فرمایا کہ حافظ اسد صاحب سے ملاقات کے لیے کسی روز جانا چاہیے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ الاعتصام کی اشاعت میں مزید اضافہ کیا جائے۔ عمران حمید مرزا صاحب نے فرمایا کہ مختلف شہروں میں جا کر علماء و خطباء سے رابطہ کرنا چاہیے۔ مولانا عبدالحمید ازہر صاحب نے فرمایا کہ انہیں ادارے کا تعارف بھی دیا جائے اور سال میں ایک آدھ دفعہ مقامی طور پر علماء کا اجتماع بھی منعقد کیا جائے۔

عمران مرزا صاحب کو یاد دلایا گیا کہ گزشتہ اجلاس میں لاہور کے دس ٹاؤنوں کے ناظمین جمعیت کی فہرست مہیا کریں گے۔ عمران مرزا صاحب نے فرمایا کہ وہ یہ فہرست چند دنوں میں مہیا کر دیں گے تاکہ ان حضرات سے مینگٹ کر کے ان کو ادارے کے ساتھ تعاون کے لیے توجہ دلائی جائے۔

مہنگائی اور بدل اشتراک کے سلسلے میں عمران مرزا صاحب نے کہا کہ مہنگائی کی توضیح کر کے بدل اشتراک میں اضافہ کیا جائے۔ حافظ حماد شاہ صاحب نے کہا کہ بدل اشتراک میں فی الحال اضافہ کی بجائے کاغذ کے تاجروں سے کاغذ کی صورت میں تعاون حاصل کیا جائے اور تعاون حاصل کرنے کے لیے ذاتی طور پر بذریعہ خط اپیل کی جائے اور اس کے بعد بدل اشتراک میں اضافہ کا سوچا جائے۔

مولانا ابوبکر صدیق سلفی نے تجویز دی کہ پریس والوں سے بھی تعاون حاصل کیا جائے۔ حافظ حماد شاہ نے کہا کہ اس صورت میں پرچہ لیٹ ہونے کا خدشہ ہے۔ عمران مرزا صاحب نے پیش کش کی کہ وہ الاعتصام کا ٹائٹل پورا ایک سال فری طبع کریں گے۔

مولانا ابوبکر صدیق السلفی نے فرمایا ہم مسلکِ مختار حضرات کو تین ماہ کے لیے پرچہ فری جاری کیا جائے۔ مولانا عبدالحمید ازہر صاحب نے فرمایا دوسرے مسالک کے لکھاریوں کو پرچہ فری بھیجا جائے اور ان

خطیب حضرات کو بھی جن سے تعاون لیا جائے۔

اشاعتی امور کا جائزہ لینے پر معلوم ہوا حجیت حدیث نمبر کا پرنٹ نکل چکا ہے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے تجویز دی کہ اس نمبر کی پہلی اشاعت کے موقع پر بہت سی شخصیات اور رسائل و اخبارات نے تبصرے کیے تھے وہ تبصرے بھی اس میں شامل کیے جائیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ محمد چٹو کے وارثین کا خط آیا تھا کہ وہ منکر حدیث نہیں ہوا تھا اور وہ خط الاعتصام کی کسی اشاعت میں شائع بھی ہوا تھا اس خط کو تلاش کر کے اسے بھی شامل کیا جائے۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ صاحب کے مقالات کے سلسلے میں مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ حافظ شاہد صاحب سے رابطہ کریں۔

دیگر امور کے ضمن میں حافظ احمد شاہ صاحب نے بتایا کہ ہفت روزہ الاعتصام کی ذمہ داری سے مولانا عبدالصمد ریا لوی کے استعفیٰ دینے پر انہیں فارغ کر دیا گیا ہے اور متبادل کی تلاش کے لیے الاعتصام میں اشتہار دے دیا گیا ہے۔

اشتہار کی اشاعت کے بعد مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب نے حافظ عبدالوحید صاحب کو اس جگہ کام کرنے کے لیے کہا۔ حافظ عبدالوحید صاحب نے رمضان شریف کے بعد ہفتہ میں چار دن دینے کا وعدہ کیا ہے۔ حاضرین اجلاس نے ان کی اس پیش کش کو سراہا اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ماہوار معقول اعزاز یہ پیش کرنے کی منظوری دی۔

اس کے بعد دارالدعوة و ہفت روزہ الاعتصام کے شاف کی، ہوش ربا گرانی کے پیش نظر تنخواہوں میں اضافہ کے لیے ایک مشترکہ درخواست پر غور کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ ان کی تنخواہوں میں ۲۰ فیصد اضافہ کیا جائے جو کم از کم ایک ہزار روپے ہوگا اور یہ اضافہ ماہ جولائی ۲۰۰۸ء سے دیا جائے گا۔



آمد ماہِ صیام

علتِ عصیاں کی لے کر ادویہ ماہِ صیام مرجبا صد مرجبا لو آگیا ماہِ صیام
 جس قدر ممکن ہو اس کی میہمانی کیجیے آگیا قسمت سے مہمانِ خدا ماہِ صیام
 طاعت و زہد و ریاضت میں گزارو راتِ دن مغفرت کا لے کر مژدہ آگیا ماہِ صیام
 خالقِ کونین کی جانب سے ہر ہر خیر کا دینے آیا ہے صلہ صدہا گنا ماہِ صیام
 اُس کی بد بختی پہ روتے ہیں زمین و آسمان ذہن سے اپنے دیا جس نے بھلا ماہِ صیام
 کذب و غیبت سے لیا جس شخص نے دامن بچا اُس کا دامن رحمتوں سے بھر گیا ماہِ صیام
 پاک کر لیں آنسوؤں سے دامن تر دامنی دینے آیا ہے ندامت کا صلہ ماہِ صیام
 خالقِ کونین کے الطاف و انعامات سے ہے بھرا از ابتدا تا انتہا ماہِ صیام
 اک شب قدر اس کی بہتر ہے ہزاروں ماہ سے مصطفیٰ کی ہے دُعاؤں کا صلہ ماہِ صیام
 جس نے استغفار و توبہ میں گزارے روز و شب کر گیا دارین میں اُس کا بھلا ماہِ صیام
 مومنوں کے دل میں بھر جاتا ہے آ کر ہر برس طاعتِ یزداں کا جوش و ولولہ ماہِ صیام

کوئی لمحہ بھی نہ گزرے دیکھ بے یادِ خدا
 دے رہا ہے تجھ کو سرور یہ ندا ماہِ صیام